کتاب و سنت اور اسلافِ امت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:16 Issue:2 February 2023

مدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.iauth.in

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

درسِ قرآن	رحمٰن کے خاص بندے	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحبؒ	۵
درسِ حدیث	اسلام پر شرحِ صدر کی علامت	مفتی محمد احمد علی قاسمی	۷
پیش گفتار	نوید مسرت و ہدیۂ تشکر	مرتب	۹
گوشۂ خواتین	اسلام کی باکمال خواتین	مولانا مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۱۰
تذکارِ صحابہؓ	حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ	مولانا محمد عبد الرشید طلحہ نعمانی قاسمی	۱۲
"	کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کی شہادت	مولانا حافظ عباد بن ذکی قاسمی	۱۶
اصلاحی مضامین	نواقضِ ایمان کو جاننے کی ضرورت ہے	حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ	۱۸
"	حیا کا اسلامی تصور اور مغرب کی بے حیا تہذیب	مولانا مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی	۲۳
"	معراج کا پیغام امتِ مسلمہ کے نام!	مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی	۲۷
لمحہ فکریہ	اسلاموفوبیا اور قوم مسلم پر فکری یلغار	مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی محبوب نگری	۳۲
نقوشِ رفتگاں	ہمارے مخدوم ہمارے مربی، حضرت مفتی سعید صاحبؒ	مولانا محمد اویس رشادی	۳۶
فقہ وفتاویٰ	آپ کے شرعی مسائل	مولانا مفتی محمد ندیم الدین قاسمی	۴۹

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

درسِ قرآن

رحمٰن کے خاص بندے

از: حضرت مولانا عاشق الٰہیؒ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿۶۳﴾

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴿۶۴﴾ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ

عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿۶۵﴾ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿۶۶﴾ (سورۃ الفرقان)

ترجمہ: اور رحمٰن کے خاص بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے (جاہلانہ) خطاب کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔ اور جو راتیں اس طرح گذارتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے آگے (کبھی) سجدے میں ہوتے ہیں اور (کبھی) قیام میں، اور جو یہ کہتے ہیں کہ ''ہمارے پروردگار جہنم کے عذاب کو ہم سے دور رکھئے، حقیقت یہ ہے کہ اس کا عذاب وہ تباہی ہے جو چمٹ کر رہ جاتی ہے۔

توضیح: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں کی صفات بیان فرمائی ہیں اور انہیں عباد الرحمن کا معزز لقب دیا ہے ان حضرات کی جو چند صفات ذکر فرمائی ہیں ان میں پہلی صفت یہ ہے کہ انہیں رحمن کا بندہ بتایا یہ بہت بڑا وصف ہے اور بہت بڑا لقب ہے یوں تکوینی طور پر سب ہی رحمن کے بندے ہیں لیکن اپنے اعتقاد سے اور اختیار سے اور اخلاص سے جس نے اپنی ذات کو سچے اعتقاد اور اخلاص کے ساتھ رحمٰن جل مجدہٗ کی عبادت میں لگا دیا اور رحمٰن جل مجدہٗ نے اس کے بارے میں یہ فرما دیا کہ یہ ہمارا بندہ ہے اس سے بڑھ کر بندہ کا کوئی اعزاز نہیں یہ بندے کا سب سے بڑا معزز لقب ہے اللہ تعالیٰ نے معراج کا تذکرہ شروع فرماتے ہوئے (سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ) فرمایا ہے یہ شان عبدیت ہی تو بندہ کو اللہ تعالیٰ کا مقرب بناتی ہے اور آخرت میں بلند درجات نصیب ہونے کا ذریعہ ہے۔

دوسری صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں یعنی غرور اور تکبر کے ساتھ اکڑتے

مٹکتے ہوئے نہیں چلتے سورۃ الاسراء میں فرمایا ہے (وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا) (اور زمین میں اکڑتا ہوا مت چل بے شک تو زمین کو نہیں پھاڑ سکتا اور پہاڑوں کی لمبائی کو نہیں پہنچ سکتا) جب کسی شخص میں تواضع کی شان ہوتی ہے اور تکبر کے مرض میں مبتلا نہیں ہوتا تو وہ اپنی رفتار میں بھی عاجزی اختیار کرتا ہے۔

تیسری صفت یہ بیان فرمائی کہ جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو ان سے الجھتے نہیں نہ انہیں جواب دیتے ہیں اور نہ ان سے جھگڑا کرتے ہیں اس بات کو یہاں سورۂ فرقان میں دو جگہ بیان فرمایا ہے پہلے تو یوں فرمایا (وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا) (کہ جب جاہل لوگ ان سے خطاب کرتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ بھیا ہمارا سلام ہے) یہ سلام وہ نہیں ہے جو ملاقات کے لیے کیا جاتا ہے بلکہ جان چھڑانے کے لیے یہ لفظ کہہ کر چلے جاتے ہی، چناں چہ جب اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ان کے پاس سے گزرتے ہیں تو ان کی طرف دیکھتے ہی نہیں شرافت کے ساتھ آنکھیں نیچی کرکے گزر جاتے ہیں۔اور اگر کسی نے چھیڑ ہی دیا تو یہ کہہ کر چلے جاتے ہیں کہ ہمارا اسلام ہے وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم نے جواب دیا تو ان منہ پھٹ لوگوں کے درمیان آبرو محفوظ نہ رہے گی۔

رحمٰن کے بندوں کی چوتھی صفت یہ ہے کہ وہ اس طرح رات گزارتے ہیں کہ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہتے ہیں کبھی سجدے میں ہیں کبھی قیام میں، ان کا ذوق عبادت انہیں زیادہ آرام نہیں کرنے دیتا سورۃ الذاریات میں فرمایا (إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَّعُيُونٍ آخِذِينَ مَا آتَاهُمْ رَبُّهُمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَبْلَ ذَٰلِكَ مُحْسِنِينَ كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ اللَّيْلِ مَا يَهْجَعُونَ وَبِالْأَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُونَ) (بلاشبہ متقی لوگ باغوں میں اور چشموں میں ہوں گے۔ان کے رب نے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اسے لینے والے ہوں گے بلاشبہ وہ اس سے پہلے اچھے کام کرنے والے تھے یہ لوگ رات کو کم سوتے تھے اور سحر کے اوقات میں استغفار کرتے تھے)۔

عبادالرحمٰن کی پانچویں صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہتے ہیں وہ یوں دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم سے دوزخ کے عذاب کو ہٹائے رکھنا کیونکہ اس کا عذاب بالکل تباہ کرنے والا ہے یہ محاورہ کا ترجمہ ہے غَرَامًا لزوم کے معنی میں آتا ہے اور جب عذاب کسی کو لازم ہوگا تو وہ پوری طرح تباہ ہوگا اس کے لیے چھٹکارا کا کوئی راستہ نہیں اس سے اہل کفر کا عذاب مراد ہے ساتھ ہی فرمایا (إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا) (بلاشبہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بری جگہ ہے) اللہ تعالیٰ اس بری جگہ سے محفوظ فرمائے یہ مومنین مخلصین عابدین قانتین کا طریقہ ہے کہ وہ عبادت بھی خوب کرتے ہیں۔۔۔(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

درسِ حدیث

اسلام پر شرحِ صدر کی علامت

از: مولانا مفتی محمد احمد علی قاسمی*

عَنْ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: تَلَا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ أَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْإِسْلَامِ فَقَالَ رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: إِنَّ النُّوْرَ إِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! هَلْ لِتِلْكَ مِنْ عَلَمٍ يُعْرَفُ بِهٖ قَالَ: نَعَمْ التَّجَافِيْ مِنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْإِنَابَةُ إِلٰى دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِهٖ (بیہقی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی: فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ (جس کا ترجمہ ہے) اللہ تعالیٰ جس شخص کو ہدایت سے نوازتا ہے تو اس کا سینہ ہدایت کے لئے کشادہ کر دیتا ہے، پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب نورِ ہدایت سینہ میں داخل ہوتا ہے تو وسیع اور کشادہ ہوجاتا ہے، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا اس حالت اور کیفیت کی کوئی علامت ونشانی ہے جس کو دیکھ کر پہچانا جاسکے کہ اس کا سینہ نورِ ہدایت سے منور ہے؟ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں ضرور ہے، اس کی نشانی یہ ہے کہ دار الغرور (یعنی دنیا) سے دور ہونا، آخرت کی طرف رجوع کرنا جو ہمیشہ ہمیش باقی رہنے والا جہاں ہے، اور مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری کرنا ہے۔

تشریح: حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قرآن پاک کی آیت شریفہ کے حوالہ سے ایک بیش بہا نعمتِ خداوندی کا ذکر فرمایا: ''وہ شرحِ صدر'' ہے، ''شرحِ صدر'' کا مطلب ہے کہ سینہ کھول دینا، قرآن وحدیث میں جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہوتا ہے سینہ کو حق بات کی قبولیت کے لئے کھول دینا؛ اسی بات کو حدیثِ پاک میں اس طرح تعبیر کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومن کے دل میں ایک روشنی ڈال دیتا ہے، جس سے اُس کا دل حق بات کو دیکھنے اور سمجھنے اور قبول کرنے کے لئے تیار ہوجاتا ہے، اور خلافِ حق باتوں سے اُس کا دل نفرت اور وحشت کرنے لگتا ہے؛ جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے'' وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ

* استاذِ حدیث وفقہ ادارہ ہذا

صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ یعنی جس شخص کو اللہ گمراہی میں رکھنا چاہتے ہیں، اس کے سینے کو تنگ اور اتنا زیادہ تنگ کر دیتا ہے کہ (اسے ایمان لانا ایسا مشکل معلوم ہوتا ہے) جیسے اسے زبردستی آسمان پر چڑھنا پڑ رہا ہو۔ دل تنگ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس میں حق اور بھلائی کے لئے کوئی راستہ نہیں رہتا، یہ مضمون حضرت فاروقِ اعظمؓ سے بھی مروی ہے، اور حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ: جب وہ اللہ کا ذکر سنتا ہے تو اس کو وحشت ہونے لگتی ہے، اور جب کفر و شرک کی باتیں سنتا ہے تو ان میں دل لگتا ہے، صحابہ کرامؓ کو دین میں ''شرح صدر'' حاصل تھا، یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ جن کو حق تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت اور بلاواسطہ شاگردی کے لئے منتخب فرمایا تھا، اُن کو اسلامی احکام میں شبہات اور وساوس کم سے کم پیش آئے، ساری عمر میں صحابہ کرامؓ نے جو سوالات رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کئے وہ گنے چنے ہیں، اور وجہ یہ تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضِ صحبت سے اللہ تعالیٰ کی عظمت ومحبت کا گہرا نقش ان کے دلوں میں بیٹھ گیا تھا، جس کے سبب ان کو ''شرح صدر'' کا مقام حاصل تھا، ان کے قلوب خود بہ خود حق و باطل کا معیار بن گئے تھے، حق کو آسانی کے ساتھ فوراً قبول کر لینے اور باطل ان کے دلوں میں راہ نہ پاتا تھا، پھر جوں جوں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہدِ مبارک سے دوری ہوتی چلی گئی، شکوک وشبہات نے راہ پانی شروع کی، عقائد کے اختلافات پیدا ہونے شروع ہو گئے، اور آج پوری دنیا شکوک وشبہات کے گھیرے میں پھنسی ہوئی ہے، اور بحث ومباحثہ کی راہ سے حل کرنا چاہتی ہے، جو اُس کا صحیح راستہ نہیں، راستہ وہی ہے جو صحابہ کرامؓ اور اسلافِ امت نے اختیار کیا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور ان کے انعام کا استحضار کر کے اس کی عظمت ومحبت دلوں میں پیدا کی جائے، تو شبہات خود بخود کافور ہو جاتے ہیں، یہی وجہ ہے خود قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ دعا مانگنے کی تلقین فرمائی کہ رب اشرح لی صدری یعنی اے میرے پروردگار میرا سینہ کھول دیجئے۔ (معارف القرآن)

معلوم ہوا کہ ''شرح صدر'' کا نصیب ہو جانا خداوند تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے، جس سے ایک مسلمان حق کے راستہ پر قائم اور باطل سے محفوظ رہتا ہے؛ اور ساتھ ساتھ شکوک وشبہات کے زہر سے بچا رہتا ہے، آج کا دور ہی شکوک وشبہات کا دور ہے، چوطرف سے دین اسلام کے احکامات وعقائد پر بے بنیاد و بے سند اعتراضات وسوالات کر کے امتِ مسلمہ کو راہِ حق سے برگشتہ اور گمراہ کرنے کی پیہم کوششیں ہو رہی ہیں، اور ''سوشل میڈیا'' ان کے اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے ایک مؤثر ذریعہ اور طاقت ور ہتھیار ثابت ہو رہا ہے، ایسے نازک اور پُرخطر حالات میں ایمان واسلام کے لٹیروں اور مکاروں سے حفاظت اور عقائدِ حق پر استقامت واستحکام کے لئے ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ اہل حق کی صحبت ومعیت کو لازم سمجھے۔۔۔۔۔۔۔ (بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

نوید مسرت وہدیہ تشکر

اللھم لک الحمد کله ولک الشکر کله، الحمد لله ،الحمد لله بنعمته، الحمد لله علی احسانه، الحمدلله رب العالمین، اللھم لا احصی ثناء اعلیک انت کما اثنیت علی نفسک

اولاً رب کریم، خالقِ رحیم کی بے حد وحساب ستائش ہے، جس کی حمد وثنا سے قلب وزبان عاجز وقاصر ہیں، اسی کے بے پایاں فضل وانعام سے یہ نوید فرحت افزاء ومسرت بخش قارئین اشرف الجرائد کی خدمت پیش ہے کہ ''مخدومنا ومحبوبنا مدیر محترم حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب مدظلۂ العالی'' جو تقریباً ۹ رسال قبل ۲۳ ر مارچ ۲۰۱۴ء کو دلی سے اچانک حراست میں لے لیے گئے تھے، اور بفضلہٖ تعالیٰ ۲۸ راگست ۲۰۱۴ء کو ضمانت ملی تھی، لیکن کیس زیر سماعت رہا اور عدالتِ عالیہ سے عافیت وبرأت حاصل ہونے کا اضطراب وبے قراری سے انتظار رہا؛ جس کا طویل عرصہ الحمدللہ ۳۱ رجنوری ۲۰۲۳ء کو ختم ہوا، حق تعالیٰ شانہٗ نے محض اپنے فضل وکرم سے تمام الزاماتِ منسوبہ سے حضرت والا مدظلہٗ کو باعزت بری فرمایا، اس سلسلہ میں اقطاعِ عالم کے بندگان خدا نے جو سعی فرمائی ہے، اس کے لئے ادارہ تہہ دل سے مشکور وممنون ہے، اللہ پاک جملہ اعزہ واقارب، اساتذہ وتلامذہ، متعلقین ومحبین اور منتسبین کو ان کی سعئ بلیغ کا بہترین صلہ دارین میں عطا فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

یہ نوید مسرت اور اظہار تشکر خود مدیر محترم مدظلہٗ کے مبارک کلمات میں ملاحظہ فرمائیں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تمام محبین ومتعلقین اور اس عاجز کے لئے فکرمند ودعاگو احباب کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس کر رہا ہوں کہ ابھی ساڑھے چار بجے احمد آباد ہائی کورٹ نے اس عاجز کو الزاماتِ منسوبہ سے بری کر دیا ہے، فالحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات

تمام مخلصین کی دعاؤں، روزوں، عمروں اور بے انتہا فکروں کا ممنون ومشکور اور سب کے لئے دل سے دعاگو ہوں۔ جزاکم الله احسن الجزاء

گوشۂ خواتین

اسلام کی باکمال خواتین

حضرت حولاء العطارۃ رضی اللہ عنہا

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی*

نام ونسب: تویت بن حبیب بن اسد بن عبد العزی بن قصی کی بیٹی تھیں۔ ہجرت نبوی کے بعد مسلمان ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی۔

تجارت: علامہ ابن اثیرؒ نے اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ وہ عطر کی تجارت کیا کرتی تھیں اور مدینہ میں عطر فروخت کیا کرتی تھیں۔

شوہر کی خدمت: ایک مرتبہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض ہے کیا کہ میرے شوہر بلا وجہ مجھ سے اعراض کرتے ہیں؛ حالانکہ میں ہر رات خوشبو لگاتی ہوں، شبِ زفاف کی دلہن کی طرح تیار ہوتی ہوں، بناؤ سنگار میں بھی کوئی کمی نہیں کرتی؛ اور یہ عمل صرف رضاء الٰہی کرم لئے کرتی ہوو؛ لیکن وہ پھر بھی میری طرف توجہ نہیں کرتے؟ اور منہ پھیر لیتے ہیں۔ پھر میں ان کے سامنے آتی ہوں تو پھر وہ مجھ سے اعراض کرتے ہیں، ایسے لگتا ہے کہ وہ بغض رکھتے ہیں، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ذرا ٹھہرے رہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لاتے ہی ہوں گے، سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمانے لگے مجھے ''حولاء'' کی خوشبو آتی ہے، کیا حولاء آئی ہیں؟، یا تم نے حولاء سے کچھ خریداری کی ہے، حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کہا: نہیں، لیکن بخدا اے اللہ کے رسول! وہ اپنے شوہر کی شکایت کی غرض سے آئی ہیں، ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا! حولاء کیا ہوا ہے؟ تو انہوں نے ساری تفصیلات عرض کیں، آپ کو حضرت حولاء سے فرمایا ''جاؤ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی رہو'' اذهبي أيتها المرأة فاسمعي وأطيعي زوجك میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا مجھے اس کا اجر ملے گا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں میاں بیوی کے حقوق، اور ایام حمل، ولادت اور دودھ پلانے کے اجر کا ذکر فرمایا۔

(اسد الغابۃ: ۷/۷۷، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

* ادارہ علم وعرفان، حیدرآباد، واستاذ حدیث دار العلوم دیودرگ

عبادتِ الٰہی سے شغف:

مسند احمد بن حنبل میں ہے کہ حضرت حولاء ؓ کو عبادت الٰہی سے بے پناہ شغف تھا، ساری ساری رات نماز میں گزار دیتی تھیں، ایک دن سرور عالم ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے پاس تشریف فرما تھے کہ حضرت حولاء ؓ سامنے سے گزریں، حضرت عائشہ ؓ نے عرض کیا: " یارسول اللہ! یہ حولاء ہیں، لوگ کہتے ہیں کہ یہ رات بھر نہیں سوتیں اور برابر نمازیں پڑھا کرتی ہیں۔ حضور ﷺ نے تعجب سے فرمایا: " رات بھر نہیں سوتیں؟ انسان کو اتنا کام کرنا چاہیے جسے ہمیشہ (کسی تکلیف کے بغیر) نباہ سکے۔ ''خذوا من العمل ماتطیقون، فو اللہ لا یسأم اللہ حتی تسأموا'' (معرفۃ الصحابۃ، الحولاء بنت تویت: ۶/۳۲۹۹، دار الوطن للنشر الریاض)

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آمدورفت

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حولاء نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضری کی اجازت لے کر آئیں، حضور اکرم ﷺ نے حضرت حولاء ؓ کو حاضر ہونے کی اجازت مرحمت کی، آپ ﷺ نے ان سے بالتفصیل احوال دریافت کئے، میں نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ نے اس خاتون اور اس کے احوال اس قدر تفصیل سے کیوں دریافت کئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یہ خاتون مرحومہ خدیجہ ؓ کے زمانے میں آیا کرتی تھیں، تعلقات کا نبھانا ایمان کا جزء ہے، ''إنها كانت تأتينا زمن خديجة، وإن حسن العهد من الإيمان''۔ (الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ: الحولاء: ۸/۹۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

حضرت حولاء ؓ کے مزید احوال کا علم نہ ہوسکا۔

(بقیہ صفحہ ۶ سے)

اور ساتھ ہی ڈرتے بھی ہیں اور عذاب سے بچنے کی دعائیں بھی کرتے رہتے ہیں سورۃ المومنون میں فرمایا ہے (وَالَّذِيْنَ يُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُهُمْ وَجِلَةٌ اَنَّهُمْ اِلٰى رَبِّهِمْ رٰجِعُوْنَ) (اور وہ جو کچھ دیتے ہیں ان کے دل اس سے خوف زدہ رہتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں) یعنی انہیں یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ ہم نے جو کچھ دیا ہے وہ قبول ہوتا ہے یا نہیں نیک عمل کر کے بے فکر ہو جانا مومن کی شان نہیں مومن عمل بھی کرتا ہے اور ڈرتا بھی رہتا ہے کہ دیکھو میرے اعمال کو درجہ قبولیت نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟۔

تذکارِ صحابہؓ

قدیم الاسلام صحابیٔ رسول حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانیؔ قاسمی*

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کا شمار اُن بلند پایہ صحابۂ کرام میں ہوتا ہے جو السابقون الاولون کی عظیم المرتبت جماعت میں شامل اور جانبِ حبشہ و مدینہ شرفِ ہجرت سے مشرف ہوئے، بعض روایتوں کے مطابق قبولیت اسلام میں ان کا نمبر گیارہواں تھا۔ سب سے پہلے سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت پر اسلام قبول کیا، پھر ان کی دعوت پر حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بھی فوراً ایمان لے آئے۔ اگلے ہی روز حضرت عثمان بن مظعون، ابوعبیدہ، عبدالرحمن بن عوف، ابوسلمہ اور ارقم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے انھیں اسلام کی دعوت دی اور قرآن کی آیات پڑھ کر سنائیں تو یہ پانچوں اصحاب بھی نعمت اسلام سے سرفراز ہوئے۔ حضرت ابوسلمہؓ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی ہونے کے علاوہ رضاعی بھائی بھی تھے۔ ابولہب کی باندی ثوبیہ نے پہلے حضرت حمزہؓ کو پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، اس کے بعد ابوسلمہؓ کو دودھ پلایا تھا۔

مختصر سوانحی خاکہ:

حضرت ابوسلمہؓ کا نام نامی: عبداللہ، کنیت ابوسلمہؓ، والد کا نام عبدالاسد اور والدہ کا نام برہ بنت عبدالمطلب ہے۔ سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ابوسلمہؓ عبداللہ بن عبدالاسد بن بلال بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم القرشی المخزومی۔ ساتویں پشت میں مرہ بن کعب پر آپ کا شجرۂ نسب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جا ملتا ہے، مرہ کے بیٹے کلاب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد تھے، جبکہ ابوسلمہؓ کا تعلق ان کے دوسرے بیٹے یقظہ کی نسل سے تھا۔

اولاد: دولڑکے سلمہؓ اور عمر اور دولڑکیاں زینب اور درہ یادگار چھوڑیں، یہ سب اولاد ام سلمہؓ کے بطن سے ہوئیں جو بعد میں امہات المؤمنین کی فہرست میں شامل ہوئیں۔

اسلام وہجرت: قدیم الاسلام صحابی ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دارارقم میں پناہ گزیں ہونے سے پہلے حلقہ بگوش اسلام ہوئے، آپ کی بیوی حضرت ام سلمہؓ نے بھی آپ کا ساتھ دیا، اپنی بیوی ام سلمہؓ کے ساتھ حبشہ

---

* استاذِ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

کی دونوں ہجرتیں کیں، پھر مکہ واپس آئے، اس کے بعد مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

ہجرت کا واقعہ:

جب دوسری بیعت عقبہ مکمل ہوگئی تو اسلام، کفر و جہالت کے لق ودق صحرا میں اپنے ایک وطن (مدینہ طیبہ) کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوگیا جو سب سے اہم اور نمایاں کامیابی تھی، بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت مرحمت فرمائی کہ وہ مدینے کی طرف ہجرت کرجائیں۔ چناں چہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارۂ ابرو پر ہجرت کی ابتدا کردی۔ ادھر مشرکوں نے بھی ان کی روانگی میں رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کردیں۔ سب سے پہلے مہاجر حضرت ابوسلمہؓ تھے۔ انہوں نے ابن اسحاق کے بہ قول بیعت عقبہ کُبریٰ سے ایک سال پہلے ہجرت کا قصد کیا، ان کے ہمراہ ان کی بیوی بچے بھی تھے۔ جب انہوں نے روانہ ہونا چاہا تو ان کے سسرال والوں نے کہا کہ رہی آپ کی جان، اس کے متعلق تو آپ ہم پر غالب آگئے؛ لیکن یہ بتایئے کہ یہ ہمارے گھر کی لڑکی کہاں لے جارہے ہیں؟ آخر کس بنا پر ہم آپ کو چھوڑ دیں کہ آپ اسے شہر شہر گھماتے پھریں؟ چنانچہ انہوں نے ان سے ان کی بیوی چھین لی۔ اس پر ابوسلمہؓ کے گھر والوں کو تاؤ آگیا اور انہوں نے کہا کہ جب تم لوگوں نے اس عورت کو ہمارے آدمی سے چھین لیا تو ہم اپنا بیٹا اس عورت کے پاس نہیں رہنے دے سکتے۔ چنانچہ دونوں فریق نے اس بچے کو اپنی اپنی طرف کھینچا جس سے اس کا ہاتھ اکھڑ گیا اور ابوسلمہؓ کے گھر والے اس کو اپنے پاس لے گئے۔ خلاصہ یہ کہ ابوسلمہؓ نے ذہنی کرب واذیت کے باوجود تنہا مدینہ کا سفر کیا۔ اس کے بعد حضرت ام سلمہؓ کا حال یہ تھا کہ وہ اپنے شوہر کی روانگی اور اپنے بچے سے محرومی کے بعد روزانہ صبح صبح ابطح (جہاں یہ ماجرا پیش آیا تھا) پہنچ جاتیں اور شام تک وہیں بیٹھ کر روتی رہتیں۔ اسی حالت میں ایک سال گزر گیا۔ بالآخر ان کے گھرانے کے کسی آدمی کو ترس آگیا اور اس نے کہا کہ اس بیچاری کو جانے کیوں نہیں دیتے؟ اسے خواہ مخواہ اس کے شوہر اور بیٹے سے جدا کر رکھا ہے۔ اس پر ام سلمہؓ سے ان کے گھر والوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس چلی جاؤ۔ حضرت ام سلمہؓ نے بیٹے کو اس کے ددھیال والوں سے واپس لیا اور مدینہ چل پڑیں۔ اللہ اکبر! کوئی پانچ سو کیلومیٹر کی مسافت کا سفر اور ساتھ میں اللہ کی کوئی مخلوق نہیں۔ جب تنعیم پہنچیں تو عثمان بن ابی طلحہ مل گئے (جو ابھی مشرف بہ اسلام نہیں ہوئے تھے)۔ انہیں حالات کی اطلاع ہوئی تو پوری دیانت وحفاظت کے ساتھ مشایعت کرتے ہوئے مدینہ پہنچانے کے لیے آمادہ ہوگئے اور چلتے چلتے جب قباء کی آبادی نظر آئی تو بولے: تمہارے شوہر اسی بستی میں ہے اس میں چلی جاؤ۔ اللہ برکت دے۔ اس کے بعد وہ مکہ لوٹ آئے۔ (سیرت ابن ہشام)

غزوات میں شرکت:

سن ۲ ھ میں رسول اللہ ﷺ غزوۂ عشیرہ کے لیے مدینہ سے باہر گئے تو حضرت ابوسلمہؓ کو مدینہ کا قائم مقام حاکم مقرر فرمایا۔کم وبیش ایک ماہ تک انھوں نے یہ ذمہ داری ادا کی۔آپؓ نے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ بدر اور احد میں بھی شرکت کی، احد میں زخمی ہوئے،معرکہ احد میں ابواسامہ نامی شخص کے ایک تیر نے ان کا بازو زخمی کر دیا، جو مکمل ایک ماہ زیر علاج رہنے کے بعد بظاہر مندمل ہوگیا؛لیکن غیر محسوس طریقہ پر اندر ہی اندر زہر بنتا اور پھیلتا رہا،اسی اثناء میں وہ سریہ قطن پر مامور ہوئے،یعنی محرم ۴ھ کے آخر یا صفر کے شروع میں نبی ﷺ نے ان کو پچپن صحابہؓ کے ایک دستے کی امارت سونپ کر قطن کی طرف بھیجا۔طلیحہ اسدی اور اس کا بھائی سلمہ بن خویلد یہاں کے سردار تھے جنھوں نے آپ سے جنگ کرنے کے لیے فوج جمع کر رکھی تھی۔بنو اسد ہی کے ایک آدمی نے آپ کو خبر دی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوسلمہؓ کو پرچم عنایت کر کے فرمایا: اپنے سریہ کو لے کر بنو اسد کی سرزمین پہنچ جانا اور ان پر حملہ کر دینا۔آپ نے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے اور مسلمانوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی تلقین بھی کی۔سریہ کی آمد پر بنو اسد قطن کے چشمہ پر اپنے مال مویشی چھوڑ کر بھاگ نکلے۔حضرت ابوسلمہؓ نے مویشی دبوچ لیے،تین غلاموں کو پکڑا اور چند دنوں کے بعد مدینہ لوٹ آئے۔جاسوسی کرنے والے اسدی کو غنیمت میں سے حصہ دیا گیا۔یہ سریہ حضرت ابوسلمہؓ کے نام پر سریہ ابوسلمہؓ کہلاتا ہے۔اس مہم سے لوٹنے کے سترہ دن بعد ان کا زخم پھر پھوٹ پڑا اور جان لیوا ثابت ہوا۔

عالم نزع اور وصال:

جب حضرت ابوسلمہؓ کا آخری وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ ان کی عیادت کے لیے گھر پہونچے،وہ جان کنی کے عالم میں تھے،روح دیدار جمال کی منتظر تھی،ادھر آپ تشریف لائے،ادھر روح نے جسم کا ساتھ چھوڑ دیا،پردے کے دوسری طرف عورتیں رو رہی تھیں۔آپ نے فرمایا: میت کی جان نکل رہی ہوتی ہے تو اس کی نگاہیں پرواز کرنے والی روح کا پیچھا کرتی ہیں،تم دیکھتے نہیں کہ آدمی مرجاتا ہے تو اس کی آنکھیں کھلی رہ جاتی ہیں۔جب حضرت ابوسلمہؓ کا دم نکل گیا تو آپ نے دست مبارک سے ان کی آنکھیں بند کر دیں۔آپ نے عورتوں کو تلقین کی کہ (میت پر بین کرتے ہوئے) اپنے لیے بددعا نہیں، بلکہ بھلائی کی دعا مانگو، کیوں کہ فرشتے میت اور اس کے اہل خانہ کی دعا یا بددعا پر آمین کہتے ہیں۔نبی ﷺ نے حضرت ابوسلمہؓ کے لیے یوں دعا فرمائی: اے اللہ، ابوسلمہؓ کی مغفرت کر دے۔ہدایت یافتوں (اہل جنت) میں ان کا درجہ بلند کر دے۔پس ماندگان میں ان کا قائم مقام ہو جا۔اے رب العلمین، ہماری اور ان کی مغفرت کر دے۔قبر میں ان کے لیے

کشادگی کر دے اور اسے منور کر دے۔ (مسلم) ان کی بیوہ ام سلمہؓ نے آپ سے سوال کیا: یا رسول اللہ، میں کیسے دعا کروں؟ فرمایا: کہو، اے اللہ، ابو سلمہؓ کی مغفرت کر دے، اور ہمیں ان کا بہتر بدل عنایت کر۔ (ابوداؤد)

ام سلمہؓ کہتی ہیں: میں نے سوچا کہ ابو سلمہؓ پردیسی تھے، پردیس میں فوت ہوئے۔ میں ان کے لیے ایسا گریہ کروں گی جس کا چرچا ہو اور جس کی مثال دی جایا کرے۔ میرا ساتھ دینے کے لیے مدینہ کی وادی صعید سے ایک عورت آئی۔ مجھ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس سے ملے اور فرمایا: کیا تو چاہتی ہے کہ شیطان کو اس گھر میں دوبارہ داخل کر دے جہاں سے اللہ اسے نکال چکا ہے۔ آپ نے یہ ارشاد دوبار دہرایا۔ ام سلمہؓ کہتی ہیں، اس کے بعد میں نے بین کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ (مسند احمد)

حضرت ابو سلمہؓ کی تاریخ وفات ۷ ۲/ جمادی الثانی ۴ھ ہے۔ ابن عبد البر نے ۳ھ کا سن بتایا ہے۔ ذہبی نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ قبا میں ابو سلمہؓ اکثر بنو امیہ بن زید کے کنویں 'عسیر' پر جایا کرتے تھے (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کا نام بدل کر 'یسیرہ' کر دیا تھا) اسی کنویں کے قریب ابو سلمہؓ کی میت رکھ دی گئی اور کنویں سے پانی نکال کر ان کو غسل دیا گیا۔ پھر جنازہ مدینہ لایا گیا جہاں ان کی تدفین ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ابو سلمہؓ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ روایت ہے کہ آپ نے نو تکبیریں کہیں۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ، آپ کو سہو ہوا یا کوئی اور بات ہے؟ فرمایا: مجھے سہو ہوا نہ میں بھولا۔ اگر میں ابو سلمہؓ کے لیے ایک ہزار تکبیریں بھی کہتا تو وہ اس کے اہل تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

چراغِ مصطفوی اور شرارِ بولہبی

ربیعہ بن عبادؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ذوالمجاز میں دیکھا کہ لوگوں کے مجمعوں میں جا جا کر فرماتے تھے "اے لوگو! لا الہ الا اللہ کہہ لو کامیاب ہو جاؤ گے" اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بھینگا شخص بالوں کی لٹوں والا آپ کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے اور کہتا جا رہا ہے کہ "یہ شخص بے دین اور جھوٹا ہے"۔ (یعنی اس کی باتوں میں مت آؤ) ابو الزناد نے حضرت ربیعہؓ سے پوچھا کہ کون آدمی تھا؟ فرمایا: کہ یہ ابو لہب تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/ ۱۳۳)

تذکارِ صحابہؓ

کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کی شہادت

از: حافظ سید عباد بن ذکی قاسمی*

حضرت امیر معاویہؓ بن ابی سفیان آں حضرت ﷺ کے نسبتی برادر، ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ کے بھائی تھے، آپ کی والدہ ہندہؓ بنت عقبہ تھیں، حضرت امیر معاویہؓ دراز قد سفید رنگ اور نہایت خوبصورت تھے، آپؓ جب مسکراتے تو آپؓ کا بالائی ہونٹ اُلٹ جاتا تھا جس کی وجہ سے دانت سفید چمکدار نظر آتے تھے، آپ بالوں کا خضاب کرتے تھے، آپ اپنی ڈاڑھی مبارک میں زرد رنگ دیتے تھے، جس کی وجہ سے ڈاڑھی مبارک کے بال سونے کی طرح نظر آتے تھے، آپ لوگوں میں حلیم، باوقار، رئیس، سردارِ کریم، اور تیز فہم تھے۔

ایک روز ابوسفیانؓ نے حضرت امیر معاویہؓ کی طرف دیکھا جب کہ وہ بچے ہی تھے، تو اپنی بیوی ہندہ سے کہنے لگے بلاشہ میرا یہ بیٹا بڑے سر والا ہے، اور اپنی قوم کا سردار بننے کے لائق ہے۔

ہندہ کہنے لگیں: فقط اپنی قوم کا اگر یہ تمام عربوں کا سردار نہ بنے تو اس کی ماں اس کو کھودے۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا: اے محمد! ﷺ معاویہ کو سلام کہنے، اور انہیں بھلائی کی نصیحت کیجئے، بلاشبہ وہ کتاب اور وحی پر اللہ کے امین ہیں، اور بہت اچھے امین ہے، حضرت عبداللہ بن جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت جبرئیلؑ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا: انہیں کاتب بنا لیجئے، بلاشبہ وہ امین ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ رسول اللہ ﷺ کے کاتبان وحی میں سے تھے، حضرت ابن عباسؓ روایت کیا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: اے اللہ! معاویہؓ کو حساب و کتاب سکھا اور اسے عذاب سے بچا اور اسے جنت میں داخل فرما، سلمان بن حرب نے بیان کیا ہے کہ مسلمہ نے کسی شخص کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ اس نے حضرت امیر معاویہؓ کو کھانا کھاتے دیکھا تو اس نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا۔ بلاشبہ آپ کے چچا زاد بھائی بہت کھانے والے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں تجھ سے یہ بات کہتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بیان کرتے سنا ہے کہ اے اللہ! اسے کتاب سکھا اور شہروں میں مختار بنا اور اسے عذاب سے بچا۔

* استاذ مدرسہ تجوید القرآن، عنبر پیٹ، حیدرآباد

حضرت امیر معاویہؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دورِ حکومت میں مسلسل ملک شام کے گونر رہے، اور آپ نے ۶۳ ھ میں قبرص فتح کیا، اور آپ کے دور میں بلاد روم اور خرنگ کے ساتھ مسلسل جہاد ہوتا رہا، اور فتوحات ہوتی رہی، نیز جب آپ کا اور حضرت امیر المؤمنین علیؓ کا معاملہ ہوا تو ان ایام میں کلیۃً کوئی فتح نہیں ہوئی، اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ کی وفات ماہِ رجب ۶۰ ھ میں دمشق میں ہوئی لیکن تاریخ میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ ۱۵/رجب کو آپ کی وفات ہوئی ہے اور بعض حضرات کا قول ہے کہ ۴/رجب کو آپ کی وفات ہوئی، بعض مؤرخین کا قول ہے کہ ۲۲/رجب ۶۰ ھ کو جمعرات کی شب آپ کی وفات ہوئی، یہی قول مضبوط اور قوی ہے، آپ کے صاحبزادے یزید نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسی کپڑے میں کفن دیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُنہیں پہنایا تھا، اور وہ آج کے دن کے لئے اپنے پاس سنبھالے رکھا تھا اور آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جو کٹے ہوئے بال اور ناخن تھے وہ انہیں آپ کے منہ اور ناک اور آنکھوں اور کانوں میں رکھ دے۔

انتقال کے وقت آپ کی عمر اسی سال سے متجاز ہو چکی تھی، بعض مؤرخین کا قول ہے کہ انتقال کے وقت آپ کا بیٹا یزید غائب تھا، آپ کی تدفین بعض مؤرخین کے قول کے مطابق دمشق کی جامع مسجد میں ہوئی اور بعض مؤرخین کا قول ہے کہ الامارت الخضر میں آپ کی تدفین ہوئی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

ماہنامہ اشرف الجرائد حیدرآباد

ایک عظیم اصلاحی ودعوتی تحریک کا نام ہے۔ آپ بھی اس میں شریک ہو جایئے اور اپنے دوست واحباب کو بھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ

یہ ماہنامہ www.iauth.in پر بھی پڑھا جا سکتا ہے۔

اصلاحی مضامین

نواقض ایمان کو جاننے کی ضرورت ہے!

از: حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مدظلہ *

اللہ تعالیٰ نے انسان کو جن اعمال کا حکم دیا ہے، وہ زیادہ تر ظاہری اعضاء ہاتھ پاؤں، زبان، آنکھ، کان وغیرہ سے متعلق ہیں، جیسے: نماز، روزہ، حج کے افعال، نکاح وطلاق وغیرہ، اور بعض اعمال وہ ہیں، جن کا تعلق انسان کے دل سے ہے، ان کے لئے ظاہری اعضاء کو حرکت دینے کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے؛ البتہ دل میں جو بات ہوتی ہے، بہت سی دفعہ زبان سے اس کا اظہار کیا جاتا ہے، ان ہی میں ایمان بھی ہے، ہم جو اپنی زبان سے کلمہ طیبہ یا کلمۂ شہادت پڑھتے ہیں، یہ دراصل ایمان کا اظہار ہے، ایمان تو وہ یقین ہے، جو دل کے اندر پایا جاتا ہے اور جس میں باطنی اقرار بھی شامل ہوتا ہے؛ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایمان کی نسبت دل کی طرف کی ہے:

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ (مائدہ:۴۱)

پھر انسان جن افعال کو انجام دیتا ہے، ان کے ارکان بھی ہوتے ہیں، جن کے پائے جانے سے عمل وجود میں آتا ہے، اور نواقض بھی ہوتے ہیں، جن کے پیش آنے سے وہ عمل ٹوٹ جاتا اور ختم ہو جاتا ہے، جیسے: ہاتھ پاؤں اور چہرہ کے دھونے اور سر کا مسح کرنے سے وضو وجود میں آتا ہے اور استنجاء کرنے سے وضو جاتا رہتا ہے، نیت اور تکبیر تحریمہ کے ذریعہ نماز شروع ہوتی ہے اور اگر کوئی نماز کی حالت میں بات کر لے یا کوئی عمل کثیر کر لے، یعنی ایسا عمل کر گزرے، جس کی نماز میں گنجائش نہیں ہو تو نماز ٹوٹ جاتی ہے، روزہ کی نیت کے ساتھ بھوکے پیاسے رہنے سے روزہ وجود میں آتا ہے اور جان بوجھ کر کھا پی لے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح ایمان کے بھی کچھ ارکان ہیں، اللہ پر یقین، نبوت پر یقین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے آخری نبی ہونے کا یقین، تقدیر پر ایمان، یعنی اس بات کا یقین کہ خوشی اور تکلیف کی جتنی باتیں پیش آتی ہیں، وہ سب اللہ کی طرف سے ہیں، فرشتوں کا یقین اور آخرت کا یقین، یہ سب مومن ہونے کے لئے ضروری ہے، ان میں سے اللہ پر اور نبوت محمدی

* جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

پر ایمان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے گا، اس کا ایمان نبوت پر بھی ہوگا، اللہ کی کتاب پر بھی ہوگا، اللہ کے فرشتوں پر بھی ہوگا، اور جس کا ایمان اللہ پر ہوگا، اس کا یقین اللہ تعالیٰ کی صفات، اس کی قدرت اور اس کے ضمن میں آخرت کے نظام اور دیگر غیبی حقیقتوں پر بھی ہوگا؛ اس لئے ان دونوں باتوں کو ایمانیات میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

اللہ پر ایمان لانے میں تین باتیں شامل ہیں، اللہ کا وجود، اللہ تعالیٰ کی صفات اور عقیدۂ توحید، اللہ کے وجود کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی ذات اگرچہ دنیا میں ہماری اِن آنکھوں سے نظر نہیں آتا؛ لیکن یقینی طور پر وہ موجود ہے، اگر کوئی شخص خدا کا انکار کرتا ہو، جیسا کہ بعض فلاسفہ کیا کرتے تھے تو وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا، ایسے لوگوں کو ملحد یا دہریہ کہا جاتا ہے، ملحد کے معنی کج رَو کے ہیں، اور دہریہ سے مراد یہ ہے کہ وہ دہر یعنی زمانے ہی کو قدرت کا سرچشمہ سمجھ لیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ کائنات میں جو بھی تصرف ہو رہا ہے، وہ اپنے آپ ہو رہا ہے اور گردشِ زمانہ کا اثر ہے۔

خدا کی صفات کا مطلب یہ ہے کہ خدا کوئی ایسی ذات نہیں ہے، جو صفات و اختیارات سے عاری ہو، وہ ایک بت کی طرح ہو جو نہ کسی کو حکم دے سکتا ہو نہ روک سکتا ہو، اگر مکھی بھی جسم پر بیٹھ جائے تو اس کو ہٹانے سے قاصر ہو، ایسے معطل اور بے اختیار نام نہاد خدا کا کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی صفات کو بہت تفصیل سے بیان کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ کے جو اسماء حسنیٰ ہیں، وہ ان ہی صفات کو واضح کرتے ہیں، خدا کی محبت، خدا کی خشیت، خدا سے مانگنے کا جذبہ، یہ ساری باتیں اسی وقت ہوسکتی ہیں، جب کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا یقین ہو۔

تیسری چیز اللہ تعالیٰ کی توحید ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات یکتا ہے، اللہ کا کوئی خاندان نہیں، نہ اس کا باپ ہے نہ بیٹا، نہ بیوی ہے نہ شوہر، نہ کوئی اور رشتہ دار، نہ اس کی صفات میں کوئی شریک ہے، رزق دینا، اولاد دینا، زندہ رکھنا، موت دینا، دولت مند بنانا، غربت سے دوچار کرنا، آرام دینا اور تکلیف دینا، یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے، اس بات کو انسان کے ذہن میں راسخ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے قصص و واقعات کو اس طرح ذکر کیا ہے کہ خدا کے سامنے ان کی بندگی اور عاجزی کا اظہار ہوتا ہے، رسالت کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز کئے جانے کے باوجود انبیاء اپنے لئے اولاد کی اور اپنے مخاطبوں کے لئے ہدایت اور اپنے دعوت کے نتیجہ خیز ہونے کی دعا اللہ سے کرتے ہیں، اور اللہ کے بندوں کے سامنے صاف صاف فرماتے ہیں کہ میرے پاس غیب کے خزانے نہیں ہیں، میں تو صرف رب کائنات کا نمائندہ ہوں، جو تم کو صحیح راستہ دکھانے اور بھٹکے ہوئے لوگوں کا رشتہ اس کے خالق و مالک سے جوڑنے کے لئے آیا ہوں۔

اگر کوئی شخص اللہ کی ذات میں کسی اور کو شریک ٹھہرائے، یا اللہ کی صفات میں بندوں کو شریک قرار دے تو یہ شرک ہے، اور جیسے کھانے پینے سے روزہ جاتا رہتا ہے، اسی طرح ایسی باتوں سے انسان کا ایمان رخصت ہو جاتا ہے، کوئی شخص اگر دیویوں دیوتاؤں کو خدا کا درجہ دے، اس کے سامنے سر جھکائے، حضرت مسیحؑ کو خدا کا بیٹا کہے، یا خدائی کا دعویٰ کرنے والے کسی شخص پر ایمان لائے تو وہ ایمان کے دائرہ سے باہر نکل جائے گا، ہمارے برادران وطن میں تو ماضی قریب میں بھی کئی ایسے لوگ گزرے ہیں، جو اپنے آپ کے دیوتا ہونے کا دعویٰ کرتے تھے، اور لوگ بھی ان کو دیوتا مانتے تھے؛ مگر افسوس کہ ایسے لوگ جن کے نام مسلمانوں کی طرح کے ہیں، ان میں بھی بعض افراد پیدا ہوئے، جو اپنے آپ کو ''رب'' بلکہ اس سے آگے بڑھ کر ''رب الارباب'' یعنی پروردگاروں کے پروردگار کہتے ہیں، میری مُراد ریاض گوہر شاہی اور اس کے متبعین سے ہے، ایسے گمراہ اور مکار لوگوں کے دعویٰ خدائی سے زیادہ حیرت ان لوگوں کی عقل پر ہوتی ہے، جو اُن پر ایمان لاتے ہیں، جن کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرح کھانے پینے کا محتاج ہے اور انسانی عوارض سے دوچار ہے، پھر بھی وہ اس کو خدا مانتے ہیں؛ لیکن یہ دنیا چوں کہ جائے امتحان ہے؛ اس لئے نامعقول سے نامعقول مدعیوں کو بھی دو چار متبعین مل ہی جاتے ہیں، غرض کہ اللہ پر ایمان لانے میں اللہ کے وجود، اللہ کی توحید اور اللہ کی صفات پر ایمان لانا ضروری ہے اور خدا کا انکار، خدا کی ذات میں کسی کو شریک سمجھنا یا اللہ تعالیٰ کی مخصوص صفات میں کسی کو اللہ تعالیٰ کا ساجھی ماننا یہ سب نواقض ایمان ہیں، جن سے ایک مسلمان کا ایمان جاتا رہتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی ایمان لانے میں چند باتیں شامل ہیں، اول یہ کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ پر اللہ کی طرف سے قرآن مجید نازل کیا گیا، دوسرے: آپ پوری انسانیت میں افضل ترین شخص ہیں اور آپ کی توہین یا آپ کی شان میں گستاخی جائز نہیں ہے، تیسرے: چوں کہ آپ خدا کے رسول ہیں، مرضیات الٰہی کے ترجمان ہیں اور اپنے قول وفعل کے ذریعہ منشاء الٰہی کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں؛ اس لئے آپ کا قول وفعل اطاعت اور اتباع کے لائق ہے، چوتھے: آپ اللہ کے آخری نبی ہیں، آپ پر وحی کا سلسلہ بند ہو گیا، آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آسکتا، نہ صاحب شریعت نبی نہ غیر صاحب شریعت نبی، ان چاروں عقائد کا ماحصل یہ ہوا کہ نبوت محمدی کے انکار سے ایمان جاتا رہتا ہے، آپ کی شان میں ادنیٰ درجہ کی اہانت بھی انسان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہے، آپ کا جو قول وفعل معتبر ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے، اس کا انکار کرنا کفر ہے، اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی شکل میں نبوت کا دعویٰ کرے، وہ ایمان سے محروم ہے اور اس کو تسلیم کرنے والے بھی ایمان کے دائرہ سے باہر ہیں۔

افسوس کہ جہالت اور فساد زمانہ کا اثر ہے کہ بہت سے لوگوں نے اپنا نام مسلمانوں کی طرح رکھا ہے اور زبان سے مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں؛ لیکن رسالت و نبوت میں اور قرآن مجید کے اللہ کی طرف سے نازل ہونے میں شبہ کا اظہار کرتے ہیں اور اس نادانی پر اپنے آپ کے دانشور ہونے کا گمان رکھتے ہیں، بعض لوگ آپ کی نبوت کا تو یقین رکھتے ہیں؛ لیکن آپ کو افضل الرسل نہیں مانتے، آپ کی اہانت پر ان کو کوئی غیرت نہیں آتی، مصر و شام کے تو بہت سے آوارہ خیال لوگ اس میں مبتلا ہیں ہی، ہندو پاک میں بھی شدہ شدہ ایسے لوگ پائے جاتے ہیں، یہ الحاد اور مذہب بیزاری کا اثر ہے، آپ کی محبت و عظمت جزو ایمان ہے، اور آپ کی اہانت ہر مسلمان کے لئے ناقابل برداشت ہے، بعض لوگ آپ کو رسول بھی مانتے ہیں؛ مگر آپ کی حدیث کو حجت نہیں مانتے، وہ کہتے ہیں کہ آپ کے احکام کی حیثیت ایک امیر و فرمانروا کے احکام کی ہے اور بس، ہمیشہ کے لئے اس کی اطاعت ضروری نہیں، یہ انکار حدیث کا فتنہ ہے، جو بات معتبر طور پر آپ ﷺ سے ثابت ہو، اس کا انکار کرنا بھی کفر ہے، آپ ﷺ نے خود ایسے لوگوں کے بارے میں پیشین گوئی فرمائی تھی کہ قیامت کے قریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو کہیں گے کہ ہم صرف قرآنی آیات کو تسلیم کریں گے، حدیث کو نہیں، یہ حضرات اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں؛ مگر حقیقت میں قرآن مجید سے ان کا کوئی تعلق نہیں، حدیث کی حیثیت قرآن کی تشریح و توضیح کی ہے، حدیث کا انکار بالواسطہ قرآن مجید کا انکار ہے۔

اور بعض گمراہ وہ ہیں، جو آپ علیہ السلام کے بعد نبوت کو جاری سمجھتے ہیں، اور اس کو مسیحیت کا لبادہ اوڑھاتے ہیں، جیسے قادیانی جو مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح کے پردہ میں نبی کہتے ہیں اور نو پید فرقہ شکیلی مسیح کے پردہ میں شکیل بن حنیف کو نبی مانتے ہیں، آپ علیہ السلام کو غالباً اندازہ تھا کہ بعد میں ایسے لوگ آئیں گے، جو آپ کی ختم نبوت پر حملہ کریں گے اور قرب قیامت میں حضرت مسیح علیہ السلام کے آنے کی پیشین گوئی کا سہارا لیں گے؛ اس لئے آپ نے حضرت مسیح علیہ السلام اور امام مہدی، جو نبی نہیں ہوں گے، خلیفہ راشد ہوں گے اُن کی علامتوں کو کھول کھول کر واضح طور پر بیان فرما دیا؛ لیکن اس کے باوجود دھوکہ دے کر ناواقف نوجوانوں کو اپنا شکار بنایا جا رہا ہے، نبوت محمدی سے متعلق یہ تمام باتیں نواقض ایمان ہیں، یعنی ایک مسلمان کو ایمان سے محروم کر دیتی ہیں۔

موجودہ حالات میں جب کہ مغرب کا خدا بیزار فلسفہ نوجوانوں کو الحاد و مادہ پرستی کی دعوت دے رہا ہے، سنگھ پریوار کی طرف سے ہندوتوا کی تحریک شرک و بت پرستی کی دعوت دے رہی ہے، قادیانیت، شکیلیت اور گوہر شاہیت مسلمانوں کے گنجینۂ ایمان کو آگ لگانے اور ان کو ارتداد کی طرف لے جانے کے لئے کمربستہ ہے،

انکارِ حدیث کا فتنہ جدید تعلیم یافتہ حضرات کو اپنا شکار بنا رہا ہے، علماء، مذہبی قائدین اور دینی تنظیموں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان فتنوں کی طرف توجہ کریں، ہماری بنیادی کمزوری یہ ہے کہ ہم وضو نماز اور روزہ و حج کی تعلیم دیتے ہوئے تو ارکان کے ساتھ نواقض اور وجود میں لانے والے افعال کے ساتھ ساتھ ان سے محروم کر دینے والی چیزوں کا بھی ذکر کرتے ہیں، ہم ان کو تعلیم دیتے ہیں کہ ان چیزوں کو کروگے تو وضوء ٹوٹ جائے گا، نماز فاسد ہو جائے گی؛ لیکن ہم عقیدہ و ایمان کے بارے میں اس بات کو واضح نہیں کرتے، ہم ان کو یہ نہیں بتاتے کہ ایمان میں فلاں فلاں باتیں شامل ہیں اور فلاں فلاں باتوں کی وجہ سے انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ ہماری تعلیم و تربیت میں ارکان ایمان کے ساتھ ساتھ نواقض ایمان کی اور افعال اسلام کے ساتھ ساتھ اسباب کفر کی بھی وضاحت ہو، لوگوں کے ذہن میں یہ بات نہ بیٹھ جائے کہ جس نے کلمۂ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا، وہ مسلمان ہوگیا، چاہے اس کی جو بھی فکر ہو، جو بھی عمل ہو، اگر مدارس اور اہل علم نے اس جانب توجہ نہیں کی تو ارتداد کا فتنہ شدید سے شدید تر ہوتا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ پوری امت اسلامیہ کی اس سے حفاظت فرمائے۔ آمین

(بقیہ صفحہ: ۸ سے)

گمراہوں کی گمراہی اور فتین کے فتنوں سے محفوظ رہنے کے لئے اُن کے ساتھ مجالست واختلاط سے دور رہے تو انشاء اللہ ''شرحِ صدر'' کی دولتِ عظمیٰ نصیب ہونے بنا پر ایمان واسلام پر استقامت حاصل ہوگی۔

حدیث مذکور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''شرح صدر'' کی تین علامات بیان فرمائی ہیں:

۱) دار الغرور سے دور رہنا: یعنی دنیا (جو کہ دھوکہ کا سامان ہے) سے ضرورت کے بقدر تعلق رہے، دنیا اور اسباب دنیا میں اتنا منہمک نہ ہو جائے کہ موت و آخرت مدنظر ہی نہ رہے۔

۲) دار الخلود کی طرف متوجہ رہنا: یعنی آخرت (جو در اصل ہمیشہ باقی رہنے والا جہاں ہے) کا استحضار ہمہ وقت رہے، اس کی فکر سے کبھی غافل نہ رہے۔

۳) مرنے سے پہلے مرنے کی تیاری: موت (جو کہ ایک اٹل حقیقت ہے) سے پہلے مابعد موت کے مراحل میں سکون وراحت پانے کے لئے زندگی ہی میں ایمان پر استقامت، اعمالِ صالحہ پر استدامت اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ہر وقت فکرمند رہنا۔

اگر یہ تینوں باتیں حاصل ہیں تو انشاء اللہ ''شرح صدر'' کی دولت سے مالا مال ہے۔

اصلاحی مضامین

حیا کا اسلامی تصور اور مغرب کی بے حیا تہذیب

(ویلنٹائن ڈے پر خاص تحریر)

کاوش قلم: مفتی احمد عبید اللہ یاسر قاسمی*

حیا کا اسلامی تصور

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، جس میں ایک طرف انسان کی خواہشات، جذبات، احساسات کا انسانی فطرت کی رعایت کے مطابق خیال رکھا گیا ہے تو وہیں دوسری طرف اخلاق وشرافت کے بنیادی اصول اور انسانیت کی قدروں کا پاس ولحاظ بھی کیا گیا ہے، جہاں ایک طرف اسلام تہذیب ومعاشرت اور مذہب وتمدن کا محافظ ہے تو وہیں دوسری طرف شرم وحیا سے عبارت اور عفت وعصمت کی حفاظت کا علمبردار بھی ہے، منجملہ اپنی جامعیت اور مانعیت کے اسلام میں حیا کا تصور بھی انتہائی پاکیزہ ہے، حیا اسلام کی بنیادی تعلیم، سلامتی طبیعت کی پہچان، اعلی ذوق کی علامت ہے حیا اسلام میں سراپا خیر ہے، اور اسلام نے حیا کو ایک ایسا بنیادی درجہ عطا کیا ہے جس سے دوسرے اخلاقی اقدار کو تقویت ملتی ہے، چاہے وہ عفت وعصمت کی حفاظت ہو یا مروت اور چشم پوشی کی تعلیم؛ بلکہ گناہوں سے اجتناب میں مددگار بھی ہے، چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہیں یہ ارشاد فرمایا: کہ "ایمان کی ساٹھ سے اوپر کچھ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے" تو کہیں اس طرح حیا کو پسند فرماتے ہوئے ذکر فرمایا: ''الحیا لا یأتی الا بخیر'' حیاء سے تو صرف بھلائی وجود میں آئی ہے، اور کبھی زبان نبوت حیا کی اہمیت پر یوں زور دیتی ہے: "اگر تم میں شرم وحیاء نہیں تو جو چاہو کرو'' تو کبھی محسن کائنات نے حیا کو اسلام کا خلق گردانا ہے: ہر دین کا ایک خالص خلق ہوتا ہے۔ اور اسلام کا خلق حیاء ہے" لسان نبوت سے صادر ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حیا سے انسان خوبی وکمال کی راہ پاتا ہے، اور ہر انسان کی فطرت میں خدا تعالی نے حیا کو دیعت کر رکھا ہے۔

عصر حاضر میں حیا کا فقدان

لیکن دور حاضر میں اہل اسلام بالخصوص ماڈرن تعلیم یافتہ افراد، طلبہ وطالبات مغرب کی تقلید کرتے ہوئے

---

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

بدتہذیبی کو سینے سے لگا رہے ہیں، حقائق سے بے خبر بڑے جوش وخروش سے ان کے باطل رسوم کو منا رہے ہیں، روز بروز ہمارا معاشرہ مغربی بدتہذیبی کا دلدادہ بنتا جا رہا ہے، حالت بہ این جا رسید کہ اب مسلمان کبھی کرسمس منانے میں عیسائیوں کے دوش بدوش نظر آتے ہیں، تو کبھی عیسائیوں کی طرح نئے سال کی آمد پر ایک دوسرے کو نیوائر کی مبارکباد دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، تو کبھی 14 فروری ویلنٹائن ڈے کے موقع پر شرم وحیا سے عاری ہوکر اپنے ناجائز تعلقات کو فروغ دے کر پھولوں کا گلدستہ تھامے نظر آتے ہیں، الغرض نسل نو مغربی رسومات کی تقلید میں اندھا دھند فضول رسومات منانا شروع کر چکی ہے۔

حیا کا اسلامی تصور اور تہذیب مغرب سے موازنہ:

ایک طرف اسلام شرم حیاء کا وہ تصور پیش کرتا ہے جو ہماری اسلامی تہذیب اور دینی تعلیم کا ایک حصہ ہے تو دوسری طرف مغربی تہذیب شرم وحیا کو نیلام کر کے سربازار عریانیت وفحاشیت کو فروغ دیتی ہے، ایک طرف اسلام حیاء کو انسانی فطرت کا لازمی حصہ بتاتا ہے تو وہیں دوسری طرف مغربی تہذیب بے شرمی و بے غیرتی کے لیے ایک دن مخصوص کر لیتی ہے، ایک طرف اسلام اپنے پیاروں سے ہمیشہ وابستہ اور محبت ومودت کی تلقین کرتا ہے تو دوسری طرف مغربی تہذیب محبت کے نام پر جھوٹ، اخلاق کے نام پر بداخلاقی، تہذیب کے نام پر بدتہذیبی کو پروان چڑھاتی ہے دراصل انسان اگر شرم وحیا سے عاری ہو جائے، ھویٰ وہوس کا پرستار بن جائے تو بے شرمی اس کی زندگی کا جز بن کر پورے معاشرے پر غلط اثرات مرتب کرتی ہے، اور پورا معاشرہ اخلاقیات، آداب اصول، اور رواداری سے عاری ہو جاتا ہے، اور اسکی جگہ بداخلاقی اور بدتہذیبی اس سماج اور معاشرہ کا حصہ بن جاتی ہے

ویلنٹائن ڈے اور موجودہ صورت حال

چنانچہ 14 ؍فروری کو بڑے دھوم دھام کے ساتھ "یوم محبت" اور "یوم عاشقاں" منایا جاتا ہے، جام وسرور کا بازار گرم ہوتا ہے، گرل فرینڈ اور بوائے فرینڈ ایک دوسرے کو مبارکبادی دیتے ہیں، شراب وشباب کی محفلیں جمائی جاتی ہیں، اور آزادی کے نام پر بے حیائی اور بے شرمی کی تمام حدیں پار کی جاتی ہیں، لڑکے لڑکیاں بے محابہ ملتے ہیں، تحفہ تحائف، اور اظہارِ محبت کے کارڈز کے تبادلے ہوتے ہیں، انسان سوز اعمال کا ارتکاب ہوتا ہے، جنس پرستی اور عیاشی کا نتیجہ آخر کار زنا اور بین مذاہب شادیوں کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے (شاید اہل نظر سے میری یہ بات پوشیدہ نہیں) افسوس تو یہ ہے کہ آج کل یہ صرف ہوٹل کے بند کمروں، نائٹ کلبوں ہی میں نہیں ہو رہا؛ بلکہ یہ تماشا گلی گلی کے نکڑ اور چوراہوں پر بھی پیش کیا جا رہا ہے اور اس کو کوئی معیوب بھی نہیں سمجھ رہا ہے۔

ویلنٹائن ڈے کے فروغ کے مقاصد

قارئین کرام!! غور کریں اور ہوش کے ناخن لیں کہ اس بے حیائی کے فروغ کے مقاصد کیا ہیں؟ اس دن کے منانے سے اہل مغرب کا بنیادی مقصد مرد و زن میں ناجائز تعلقات کو فروغ دینا ہے؛ بلکہ اس طریقہ کار کو تہذیبِ نَو قرار دینا، لوگوں میں جنسی بے راہ روی پیدا کرنا، اور اِن سب کے سہارے مسلمانوں سے غیرت ایمانی نکالنا ہے، لہٰذا ویلنٹائن ڈے ہر اعتبار سے اوباشی اور بے حیائی کا دن ہے۔

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج مغربی تہذیب کے دلدادہ افراد سے

میرا سوال ہے اور ان والدین سے بھی ہے جو روشن خیالی کے نام پر اولاد کو مخلوط کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخل کرا دیتے ہیں، اور ان طلبہ و طالبات سے بھی ہے جو سرِ عام اسلامی تہذیب کا جنازہ نکال رہے ہیں، کیا نکاح سے قبل لڑکا اور لڑکی کے درمیان آزادانہ تعلق پر آپ کو کوئی اعتراض نہیں؟ کیا آپ کو اپنی اولاد کی عفت اور پاکدامنی درکار نہیں ہے؟ کیا طلبہ و طالبات، لڑکے اور لڑکیاں روشن خیالی کے نام پر مغربی رسومات کو انجام دے کر یہ باور کروانا چاہتے ہیں کہ آپ ترقی یافتہ ہیں؟ یا پھر آپ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ کہیں اہل مغرب تم پر قدامت پسندی اور بنیاد پرستی کا الزام لگا دیں گے؟ یا پھر آپ اپنی روشن خیالی سے مغرب کی نظر میں اپنا مقام بنانا چاہتے ہیں؟

یا یہ سمجھانا چاہتے ہیں کہ ہم اس بدتہذیبی میں مغرب کے شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں، لہٰذا اے اہل مغرب! تم ہم سے راضی ہو جاؤ، اور ہمارے لئے اپنے دلوں میں محبت اور خلوص پیدا کر لو؟

آخر اس بے حیائی کی کیا وجہ ہے؟ ایسی بدتہذیبی کو سینے سے لگانے میں کونسی طاقت کارفرما ہے؟ کیوں کہ آپ ایک ایسی قوم کی تقلید کر رہے ہیں جہاں تہذیب کے نام پر بدتہذیبی عام ہے، جہاں اخلاقیات کا وجود ڈھونڈے نہیں ملتا، جہاں خاندانی نظام تباہ و برباد ہو چکا ہے، جہاں مقدس رشتوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے، جہاں انسانیت منہ چھپائے جائے پناہ تلاش کر رہی ہے، جہاں زندگی سے سکون رخصت ہو چکا ہے، ماں باپ اور اولاد کے درمیان ربط اور تعلق بالکل ناپید ہے، اولاد ماں کی ممتا اور باپ کے پیار سے محروم ہے، اور ماں باپ اپنے جگر پاروں کے لئے سراپا اضطراب ہیں، اے قوم اے قوم! کیا اس مغربی تہذیب کی ظاہری چمک سے مرعوب ہو کر اس کا تھوک چاٹنے پر رضامند ہو گئے ہو؟ کیا یہ وہی لوگ نہیں ہیں جو موقع بہ موقع مسلمانوں اور اسلام کو

نقصان پہنچاتے ہیں؟ اور اہل اسلام کو مذہبی ،فکری اخلاقی اور افرادی طور پر کمزور کرنے کیلئے لاکھوں کروڑوں ڈالرخرچ کر چکے ہیں؟ بظاہر میرے یہ سوالات کسی خاص ذہنیت کے حامل شخص کے لئے تکلیف کے باعث ہوں لیکن حقیقت یہی کہ مسلمانوں کی اس بدتہذیبی پر آج اسلام بھی شرمارہا ہے،شاید میرا یہ وہی درد اور خونِ جگر ہے جو الفاظ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے۔

مسلمان ویلنٹائن ڈے کیوں نہیں مناسکتے؟

یوم محبت منانا ذہنی، اخلاقی اور معاشرتی تنزلی کا ثبوت ہے، بے حیائی اور منفی رجحانات کے فروغ کا سبب ہے، اسلامی عقائد کی کھلی خلاف ورزی ہے، اخلاق واقدار سے عاری مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، اغیار کی نقالی، مشرکین سے مشابہت ہے، اور یہ دن اسلامی اقداراور معاشرتی روایات کے منافی ہے، ویلنٹائن ڈے بت پرستوں کا فسق وفجور سے بھرپور تہوار ہے، بلکہ نوجوانوں کے ذہن کو آلودہ کرنے کی یہ ایک خطرناک مغربی سازش ہے، لہٰذا ویلنٹائن ڈے منانا مسلمانوں کا وطیرہ نہیں ہوسکتا ہے۔

کہیں دیر نہ ہوجائے!!

آج سخت ضرورت ہے کہ قوم کے اندر پھیلتے اس فکری ارتداد کو روکنے کی بھرپور کوشش کی جائے، معاشرے میں پائی جانے والی اس برائی کے خلاف بھرپور آواز بلند کی جائے، ہم میں سے ہر فرد اپنی نسل کی تعلیم وتربیت کا فریضہ اس طرح ادا کرنے کی کوشش کرے کہ ان کے دل ودماغ میں اسلامی شعائر اور خداوندی احکام کی عظمت جاگزیں ہو۔ ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے دلوں میں جناب نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ پر عمل کا شوق وجذبہ ہو، آج بھی نجات کا صرف وہی راستہ ہے جو اسلام اور اس کے پیغمبر ﷺ کا دکھایا ہے، اسی میں اس کے درد کا درماں اور مرض کا مداوا ہے۔ آج وقت ہے پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ پانی ہمارے سروں سے گزر جائے اور ہم سر پکڑے بیٹھے رہ جائیں۔

خدا اس پرفتن دور میں ہمارے ایمان کی حفاظت فرما، اور حضور پرنور ﷺ اور اسلام کی ابدی تعلیمات پر آخری سانس تک عمل کی توفیق مرحمت فرما آمین

اصلاحی مضامین

معراج کا پیغام: امت مسلمہ کے نام

از: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی*

طائف کی گلیوں سے اوباشوں کے پتھر کھا کھا کر، لہولہان جسم اور رئیسوں کے طعن وتشنیع سن سن کر ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ لوٹتے ہوئے نبئ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف باچشم نم دیکھا، اور زبان پر یہ کلمات جاری ہوئے: ''الٰہی اپنی کمزوری، بے سروسامانی اور لوگوں میں تحقیر کی بابت تیرے سامنے فریاد کرتا ہوں، تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، درماندہ اور عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا مالک بھی تو ہی ہے، مجھے کس کے سپرد کیا جاتا ہے۔ کسی بیگانہ ترش کے یا اس دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لئے زیادہ وسیع ہے۔''

زبان مبارک سے یہ کلمات نکل رہے تھے اور ادھر ملاء اعلی میں ہلچل مچی ہوئی تھی کہ آج جو کچھ ہوا وہ چشم فلک نے کاہے کو دیکھا ہوگا، فرشتوں میں سرگوشیاں ہورہی ہیں کہ آخر جس کے صدقے میں کائنات بنی، اسے اور کتنے مظالم سہنے ہوں گے، رب کائنات کو بھی اس کی فکر تھی، اس لئے خالق کائنات نے اس شکستہ دل کی دل جوئی کے لئے طائف سے واپسی کے بعد ایسا نسخہ تجویز کیا کہ عروج نسل انسانی کی انتہا ہوگئی، زمان ومکان کے قیود وحدود اٹھا لئے گئے، تیز رفتار سواری براق فراہم کی گئی، مسجد اقصی میں سارے انبیاء کی امامت کرائی گئی، اور پھر اس جگہ لے جایا گیا؛ جہاں جاتے ہوئے جبرئیل کے بھی پر جلتے ہیں، پھر قربت خداوندی کی وہ منزل بھی: آئی جس کے بارے میں قرآن کریم نے **فکان قاب قوسین اوادنی** کہہ کر سکوت اختیار کرلیا، ساتوں آسمانوں کی سیر، جنت وجہنم کا معائنہ، انبیاء کی ملاقاتیں، اور پھر واپسی، کتنے گھنٹے لگے؟ کیا تیز رفتاری تھی؟ سب کچھ رات کے ایک حصے میں ہوگیا، اور صبح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے حجرۂ مبارکہ سے نکلے، اور لوگوں میں اس واقعہ کا اعلان کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تصدیق کرکے صدیق ہوگئے اور کئی نے تکذیب کرکے اپنی عاقبت خراب کرلی، اور منافقین کے دل کی کدورتیں اور ایمان واسلام سے ان کی دوری، کھل کر سامنے آگئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

* نائب ناظم امارت شرعیہ، بہار، پٹنہ

اس سفر میں، عالم قدس میں اپنی تمام قولی، بدنی اور مالی عبادتوں کا نذرانہ پیش کیا، اور اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایسی سلامتی بھیجی، جو مومنین کے نمازوں کا جز ہو گیا، اللہ کے رسول، اس اہم موقع سے اپنی امت کو کیسے بھول سکتے تھے، فوراً ہی اس سلامتی میں مومنین وصالحین کو شامل کر لیا اور اس پورے مکالمہ کا اختتام کلمۂ شہادت پر ہوا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تحفے نورانی اس سفر میں اور بھی ملے، ایسے تحفے جس سے مومنین بھی معراج کا کیف وسرور پا سکتے ہیں یہ تحفہ نماز کا تھا، پچاس وقت کی نماز تحفہ میں ملی، قربان جائیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے، جنہوں نے بار بار بھیج کر تعداد کم کرائی اور بات پانچ پر آکر ٹھہری، ثواب پچاس کا باقی رہا، اور سب سے بڑی بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا کہ نماز مومنین کی معراج ہے۔ ہم واقعۂ معراج پر سر دھنتے ہیں، دھننا چاہئے۔ لیکن اس واقعہ کا جو عظیم تحفہ ہے اس سے ہماری غفلت بھی لائق توجہ ہے، معراج کے واقعہ کا بیان، سیرت پاک کا اہم واقعہ ہے، ہم اس کو سن کر خوب خوش ہوتے ہیں، جلسے جلوس بھی منعقد کرتے ہیں اور اس خاص تحفہ نماز کو بھول جاتے ہیں جو ہمارے لئے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے کر آئے، اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ جہاں ہمیں کچھ کرنا نہیں ہوتا، وہاں ہم بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں، اور جہاں کچھ کرنے کی بات آتی ہے ہم اپنی ذمہ داریوں کو بھول جاتے ہیں اور ان سے پہلوتہی کرتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو ہماری مسجدیں نمازیوں سے بھری رہیں گی اور رحمت ونصرت کی وہ پُروائی چلے گی جو مصائب والم کو خس وخاشاک کی طرح بہالے جائے گی۔

یہ حال تو ہمارا معراج کے اس تحفہ کے ساتھ ہے جس کا ذکر معراج سے متعلق گفتگو میں بار بار آتا رہتا ہے۔ لیکن قرآن نے تو فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی کہہ کر ہمیں بتایا کہ باتیں اور بھی ہیں اور سورۂ اسراء ہی میں بارہ احکام کے ذکر کے بعد ذٰلِكَ مِمَّا اَوْحٰی اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ (یہ تمام باتیں دانش مندی کی ان باتوں میں سے ہیں جو خدا نے آپ پر وحی کی ہیں) کہہ کر واضح کر دیا کہ ''ما اوحی'' میں کیا کچھ تھا، آئیے ان احکامات پر بھی ہم ایک نظر ڈالتے چلیں۔

۱۔ سب سے پہلا حکم یہ دیا گیا کہ شرک نہ کرو: کیوں کہ یہ بڑا ظلم ہے، وہ اللہ جو اس سارے کائنات کا خالق اور مالک ہے اس کے ذات وصفات میں کسی کو شریک کرنا شرک ہے، اللہ اس بارے میں اتنا غیور ہے کہ اس نے اعلان کر دیا ہے کہ وہ اس گناہ کو معاف نہیں کرے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاءُ

۲۔ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو: ان کی عزت واطاعت کرو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں

بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو جھڑکنا تو بڑی بات ہے، اف تک نہ کہو، اور ان سے ادب سے باتیں کیا کرو، اور ان کے سامنے اپنے کندھے عاجزی اور نیازمندی کے ساتھ جھکادو، اور ان کے لئے دعا بھی کرتے رہو کہ اے رب! ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے مجھے صغرسنی میں پالا۔

واقعہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت کی عبادت کے بعد والدین کی اطاعت سب سے اہم ہے اور جس طرح اللہ کا شکر ضروری ہے، اسی طرح والدین کا بھی شکرگذار ہونا چاہئے، اس بارے میں احادیث بھری پڑی ہیں، لیکن ہم میں کتنے ہیں جو ان کا پاس وادب قرآن کے مطلوب انداز میں کرتے ہیں حالانکہ مستدرک حاکم کی ایک روایت ہے کہ اللہ کی رضا باپ کی رضا میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی باپ کی ناراضگی میں ہے اور یہ معاملہ اتنا اہم ہے کہ حسن سلوک کے لئے ان کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

۳۔حق داروں کے حق کی ادائیگی کرو: والدین کے علاوہ بہت سے اعزہ واقرباء، مسکین اور مسافر کے بھی حقوق ہم سے متعلق ہیں اور ہم ان کے ساتھ جو حسن سلوک کررہے ہیں یا کریں گے اصلا یہ ان کے حق کی ادائیگی ہے ان پر احسان نہیں ہے۔

۴۔فضول خرچی اور اسراف سے بچو: کسی گناہ کے کام میں اور بے موقع خرچ کرنے یا ضرورت سے زائد خرچ کرنے سے بھی منع کیا گیا، اسی کے ساتھ یہ بھی حکم دیا گیا کہ اپنے ہاتھ بخالت کی وجہ سے گردن سے باندھ کر نہ رکھو، اور نہ اس طرح کشادہ دست ہو جاؤ کہ فقر وفاقہ کی نوبت آجائے، خلاصہ یہ کہ افراط وتفریط سے بچتے ہوئے، اعتدال اور میانہ روی کی راہ اپناؤ۔

۵۔مفلسی کے خوف سے اولاد کو قتل نہ کرو: اس لئے کہ روزی ہم تم کو بھی دیتے ہیں ان کو بھی دیں گے، ان کا مارنا بڑی خطا ہے دراصل اس حکم کا تعلق اللہ کی صفت رزاقیت سے جڑا ہوا ہے، بچوں کو اس خوف سے ماردینا یا ایسی ترکیبیں کرنا جس سے ان کی ولادت ممکن نہ ہو، اللہ کی صفت رزاقیت پر یقین کی کمی کا مظہر ہے، جب اللہ کا اعلان ہے کہ روئے زمین پر جتنے جاندار ہیں سب کا رزق میرے ذمہ ہے۔ اور میں رزق اس طرح دیتا ہوں جو بندہ کے وہم وگمان سے بھی بالاتر ہے۔ اس صورت میں مفلسی کے خوف سے اولاد کا قتل کرنا، کس طرح جائز ہوسکتا ہے۔

۶۔زنا کے قریب مت جاؤ: اس لئے کہ یہ بے حیائی کا کام ہے اور یہ بُرا راستہ ہے، حدیث میں ہے کہ زانی زنا کرتے وقت مسلمان نہیں رہتا، ایمان اس کے قلب سے نکل جاتا ہے، آج جس طرح فحاشی بے حیائی اور کثرتِ زنا کے واقعات پیش آرہے ہیں اس سے پورا معاشرہ فساد وبگاڑ میں مبتلا ہوگیا ہے، کاش اس حکم کی

اہمیت کو ہم سمجھتے۔

۷۔ناحق کسی کی جان مت لو: اس حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ قتل ناحق حرام ہے، اور یہ ایسا جرم عظیم ہے کہ اسے قرآن میں ساری انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا گیا، اسی طرح اگر کسی نے ایک جان کو بچالیا تو گویا اس نے بنی نوع انسان کی جان بچالی، اس حکم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آج بڑے پیمانے پر قتل وغارت گری کا بازار گرم ہے۔

۸۔یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ: یتیم اپنی کمزوری اورکم سنی کی وجہ سے اپنے مال کی حفاظت نہیں کرسکتا، اس لئے بہت سے لوگ اسے سہل الحصول سمجھ کر ہڑپ کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں، اس حکم میں ہڑپ کرنے اور ناجائز تصرف کرنے کا معاملہ تو کجا؟ اس کے قریب جانے اور پھٹکنے سے بھی منع کیا، کمزوروں کی اس قدر رعایت صرف اسلام کا حصہ ہے۔

۹۔اپنا عہد پورا کرو: معاہدہ کی خلاف ورزی سے بچو، اس لئے کہ وعدوں کے بارے میں بھی پرشش ہوگی یعنی جس طرح قیامت میں فرائض وواجبات کے بارے میں سوالات ہوں گے، ویسے ہی معاہدات کے بارے میں بھی سوال ہوگا، عہد کے مفہوم میں وعدہ بھی شامل ہے اسی وعدہ خلافی کو حدیث میں عملی نفاق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۰۔ناپ تول میں پیمانہ اور ترازو کوٹھیک رکھو: (یعنی ڈنڈی نہ مارو اور نہ کم ناپو) اس لیے کہ انجام کے اعتبار سے یہ اچھا اور بہتر ہے، اگر تم نے ناپ تول میں کمی کی تو جہنم کے ''ویل'' میں ڈالے جاؤ گے یہ تو اخروی عذاب ہے، دنیاوی اعتبار سے پیمانے اور اوزان ٹھیک رکھنے کا فائدہ یہ ہوگا کہ تجارت میں برکت بھی ہوگی۔ کاروبار بھی خوب چمکے گا۔

۱۱۔جس بات کی تحقیق نہ ہو اس پر عمل مت کرو: کیوں کہ کان، آنکھ، اور دل سب کے بارے میں قیامت کے دن پوچھ گچھ ہوگی، ہمارا حال یہ ہے کہ ایک بات سن لیا اور بغیر کسی تحقیق کے اسے دوسروں سے نقل کردیا۔ یا اگر کچھ فائدہ نظر آیا تو اپنی زندگی میں اتار لیا، قرآن کریم کی ایک دوسری آیت میں خبر کی تحقیق کا حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم بغیر تحقیق کے کام شروع کردو گے تو کبھی تمہیں ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف لفظوں میں اعلان کیا کہ کفی بالمرء کذبا ان یحدث بکل ماسمع کسی آدمی کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ کافی ہے کہ اس نے جو سنا ہے وہ بیان کردے، آج جب سنی ہوئی بات کو بغیر تحقیق کے نمک مرچ لگا کر بیان کرنے کا مزاج بن گیا ہے اور سنی سنائی باتوں پر عمل کی بنیاد رکھی جارہی ہے۔ تو ہمیں دنیا میں ندامت کا

سامنا کرنا پڑ سکتا ہے اور آخرت کی رسوائی الگ ہے، جہاں مجرموں کے منہ پر مہر لگادی جائے گی اور ان کے ہاتھ بولیں گے، پاؤں گواہی دیں گے کہ ان اعضا سے کیسے کیسے کام لئے گئے۔

۱۲۔اور آخری حکم اس سلسلے کا یہ ہے کہ زمین پر مغرور بن کر مت چلو: اس لئے کہ تم اپنے اس عمل سے نہ تو زمین کی چھاتی پھاڑ سکتے ہو اور نہ پہاڑ کی چوٹی سر کر سکتے ہو، گویا یہ ایک احمقانہ فعل ہے۔اور اس کے نتیجے میں پستی ذلت وخواری تمہارا مقدر ہے، کیوں کہ قدرت کا اصول ہے کہ اکڑ کر نیچے آیا جاتا ہے اوپر نہیں، اوپر جانے کے لئے جھک کر جانا ہوتا ہے جو کبر کی ضد ہے۔آپ کو جب پہاڑ پر چڑھنا ہو تو جھک کر ہی چلنا ہوگا، سائیکل اونچی سڑک پر چلا رہے ہوں یا پیدل ہی نیچے سے اوپر کو جا رہے ہوں تو جھک کر چلنا ہوگا، ورنہ آپ الٹ کر کھائی میں جا گریں گے، معلوم ہوا کہ اوپر جانے کے لئے جھکنا ہوتا ہے لیکن جب پہاڑ سے نیچے آنا ہو تو اکڑ کر آنا ہوتا ہے اس لئے کہ اگر جھک کر آئے گا تو ڈھلک کر کھائی میں جا پڑے گا۔البتہ یہ جھکنا جاہ ومنصب اور کسی آدمی کے خوف سے نہ ہو بلکہ جھکنا صرف اللہ کے لئے ہو اسی کو اللہ کے رسول ﷺ نے من تواضع لله رفعه الله سے تعبیر کیا ہے۔

یہ ہے درحقیقت معراج کا پیغام اور تحفہ، جن پر عمل کرنے سے یہ دنیا جنت نشان ہو سکتی ہے آج ہم نے اس پیغام کو بھلا دیا ہے، اور شب معراج کے ذکر سے اپنی محفل کو آباد کر رکھا ہے حالاں کہ شب معراج تو ہمیشہ ہمیش کے لئے وہی ایک رات تھی جس میں آقا ﷺ معراج میں تشریف لے گئے تھے، قیامت تک کوئی دوسری رات شب معراج نہیں ہو سکتی ہے، وہ تاریخ آ سکتی ہے، لیکن وہ نورانی رات پھر کبھی نہیں آئے گی، ہم نے بھی اپنی جہالت وغفلت سے کیسی کیسی اصطلاحیں وضع کر رکھی ہیں۔اللہ تعالی ہم سب کو شب معراج میں دیئے گئے پیغام کی اہمیت ومعنویت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین یا رب العلمین۔

لمحہ فکریہ

اسلاموفوبیا اور قوم مسلم پر فکری یلغار

ازقلم: محمد سلمان قاسمی محبوب نگری*

اسلاموفوبیا (Islamophobia) ہم میں سے ایک بڑا طبقہ بالخصوص سوشل میڈیا صارفین ہیش ٹیگ لگا کر ٹرینڈ چلانے یا کسی ہنگامے کے وقت بیان بازی کے حد تک اس لفظ کو استعمال تو کرتے ہیں، مگر بیشتر اس لفظ کے پس منظر اور اس کے پس پردہ جو پروپیگنڈا ہے اس سے ناواقف ہوتے ہیں، اختصاراً اس کی حقیقت کو بیان کیا جائے تو یہ اسلام اور فوبیا دو لفظوں کا مجموعہ ہے، فوبیا ایک یونانی لفظ ہے جس کے معنیٰ نفرت اور بے جا خوف و ہراس کے ہیں، تو اسلاموفوبیا کا مطلب ہوا "اسلام سے نفرت و وحشت"، گو اس لفظ کے ایجاد کو ایک صدی کے اوپر زمانہ بیت چکا ہے لیکن 9/11/2001 کی بمباری یعنی ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے مصنوعی حملے۔جس کو مسلمانوں پر تھوپنے اور اس مکھوٹے کو مسلمانوں کی شبیہ بتانے کی جو کوشش مغربی میڈیا نے کی ہے۔کے بعد اس لفظ کو خوب شہرت و رواج حاصل ہوا، اور بین الاقوامی سطح پر ہر ملک کی میڈیا اور صحافیوں نے اس کو استعمال کرنا شروع کیا، مقصد اس لفظ کا یہ ہے کہ اسلام، اہل اسلام اور تعلیمات اسلام سے ساری دنیا اور تمام مذاہب کے لوگوں کو متنفر کیا جائے اور مسلمانوں کے تئیں سبھی کو برانگیختہ کیا جائے، فی الجملہ دنیا کو یہ باور کرایا جائے کہ ہر طرح کی ترقی میں رکاوٹ کا باعث اور مکمل طور پر انسانی آزادی کا دشمن اور سراسر نفرت و دہشت کو فروغ دینے والا مذہب اسلام ہے، چنانچہ 1997 میں Runnymade نامی ایک برطانوی ادارے نے ایک تفصیلی رپورٹ "Islamophobia A challenge for us all" کے عنوان سے شائع کی جس کا لب لباب گوگل وکی پیڈیا کے مطابق یہ ہے:

1۔اسلام ایک متحدہ گوشہ نشین بے حس وحرکت گروہ ہے جو ترقی وتبدیلی کو قبول نہیں کرتا۔

2۔اسلام ایک الگ اور اجنبی دین ہے جس کے اور دیگر ثقافتوں کے درمیان میں کوئی مشترک اقدار اور مقاصد نہیں ہیں؛ یہی وجہ ہے کہ وہ ان سے متاثر نہیں ہوتا بلکہ ان میں اثر ڈال دیتا ہے۔

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

3۔اسلام ایک ایسا دین ہے جو سختی اور دشمنی کی صفات سے متصف ہے جو خطرے میں ڈالنے والا ہے اور دہشت پسندوں کو مضبوط بناتا ہے اور مختلف ثقافتوں سے لڑنے میں طاق ہے۔

4۔اسلام ایک ایسی سیاسی آئیڈیالوجی ہے جو سیاسی یا جنگی مقاصد کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ: عنقریب ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا کی ساری قومیں تمہارے (اہل اسلام) کے خلاف ایک دوسرے کو اس طرح دعوت دیں گے جیسا کہ کھانے والے کھانے کی طرف ایک دوسرے کو بلاتے ہیں (ابوداؤد)

عالمی تجزیے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہی وہ دور ابتلا ہے جس کی زبان نبوت نے پیشین گوئی دی تھی، آج مجموعی طور پر ساری دنیا میں اسلام مخالف پروپیگنڈے عروج پر ہیں، یہود و نصاریٰ اسلام کو پسماندہ بتانے اور اس کے خلاف نفرت و عداوت کا زہر گھولنے میں مکمل طور پر برسر پیکار ہیں، دنیا میں ہونے والے ہر فساد کو اسلامیت کا لیبل لگا کر مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ہر طرح کے دنگے کو اسلامیانہ رنگ دے کر اسلام کی شبیہ بگاڑنے کے لیے پوری تن دہی کے ساتھ محنت کر رہے ہیں، دنیا کا ایک بڑا طبقہ اس وقت فلموں کا بڑا دلدادہ ہے اور ان کی ذہنیت کو متاثر کرنے میں فلمی دنیا کا بڑا اہم کردار ہے، تو اسی پلیٹ فارم کو اپناتے ہوئے یورپی فلم انڈسٹری (Hollywood) بیشتر فلموں میں الومیناٹی (Illuminati) تیسری جنگ عظیم (World war 3) اور دجالی مشنریوں کی سیمبلزم (Symbolism) کے ذریعے تعارف کر کے امریکہ و یورپ کی خدائی کو لوگوں کے ذہنوں میں بٹھانے اور دجال سے ان کو مانوس کرنے کی کوشش کی کر رہی ہے، نیز انہیں فلموں میں اسلامی نام اور ظاہری وضع و لباس والے مسلم کرکٹرز کو پیش کر کے ان کو کسی دہشت گرد تنظیم یا کریمنل گروپ کا ڈائریکٹر بتایا جاتا ہے اور ان کے ذریعے کسی ملک یا عوامی مقامات پر بمباری کروائی جاتی ہے تاکہ فلم دیکھنے والے سبھی لوگوں کے ذہنوں میں یہ تأثر و تصور قائم ہو کہ سارے فسادات کی جڑ مسلمان ہیں، اور آج دنیا میں جتنے بھی دہشت گرد تنظیمیں و ایجنسیاں ہیں ان کے پیچھے مسلمانوں کا ہی ہاتھ ہے، نیز داعش نما اسلامی شناخت رکھنے والی تنظیمیں ـــــ جو کہ در پردہ یہود کے کنٹرول میں ہوتی ہیں ـــــ کے ذریعہ مختلف مقامات پر بمباری کروا کر یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ انسانیت کا سب سے بڑا قاتل اور امن عالم کا سب سے بڑا دشمن بھی مسلمان ہی ہے، اس پر مستزاد مسلمانوں کی برین واشنگ کے لیے نت نئے حربے اپنائے گئے اور جا رہے ہیں جس کے نتیجہ میں خود آج کے آزاد خیال مسلمان اسلامی تعلیمات کو عصر حاضر کے تقاضوں کے بالکل مخالف اور فطرت انسانی کے مغایر سمجھ رہے ہیں، اس کی کچھ مثالیں ملاحظہ فرمائیں کہ ایران جو ظاہراً دنیا کی نظر میں اسلامی ملک کے طور پر اپنی شناخت

رکھتا ہے اور وہاں کے باشندے اسلامی تعلیمات کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں لیکن اس وقت مسئلۂ حجاب کی مخالفت میں تقریباً ایرانی سڑکوں پر آگئے ہیں اور حجاب سے بالکل بیزارگی ظاہر کرتے ہوئے اسٹرائیک کررہے ہیں کہ حجاب کا حکم سراسر عورت کے حق میں ظالمانہ پابندی ہے، امریکہ کے تسلط سے خلاصی کے بعد افغانی حکومت بتدریج اسلامی احکام کو نافذ کررہی ہے، اس پر ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سبھی افغانی مسرت کا اظہار کرتے اور اسلامی نظام کے قیام پر خوشیاں مناتے لیکن افسوس کا مقام ہے کہ وہاں کے ماڈرن یا لبرل ٹائپ کے مسلمان نیز اداکارو گلوکار اور کھلاڑیاں سوشیل میڈیا کے ذریعہ ملک میں ہونے والی تبدیلیوں کے خلاف آواز اٹھارہے ہیں اور ملک میں شرعی احکام کے نفاذ کو جبری پابندیاں بتاکر اقوام متحدہ اور دیگر ممالک سے اپنی ملکی حکومت کے ان اقدامات کو روکنے کی اپیل کررہے ہیں، پڑوسی ملک پاکستان اس بنیاد پر الگ ہوا تھا کہ یہاں پر اسلامی حکومت اور شریعت اسلامیہ کی داغ بیل ڈالیں گے، لیکن آج وہاں کے مسلمان ہندوستانی مسلمانوں سے کئی گنا زیادہ مذہب کے معاملے میں آزاد نظر آتے ہیں، نہ عورتوں میں پردہ ہے نہ مردوں میں اسلامی غیرت، شادی بیاہ کی تقریبات کی بے ہودگی وبے حجابی توالامان الحفیظ، اور" میرا جسم میری مرضی" جیسا حیاسوز نعرہ——جو سراسر اسلام کے بنیادی احکام کی مخالفت اور ہم جنس پرستی کو فروغ دینے والے یورپی نظریہ کی حمایت ہے——اسی ملک سے اٹھا ہے، اور سرزمین حجاز موجودہ سعودی عرب جو کہ مہبط وحی ہے جہاں سے ساری انسانیت کو ہدایت کا درس ملا تھا آج ترقی کے نام پر جس تنزل کی طرف رواں ہے وہ ایک مستقل المیہ ہے، عربی خول میں مغربی خیال کے حامل محمد بن سلمان کے ذریعے شرائع اسلام کی خلاف ورزیاں، شعائر اسلام پر پابندیاں، نائٹ کلبوں، سینما گھروں کا قیام اور میوزک کنسرٹس کا انعقاد، بنت حوا کا حجاب اتار کر اس کو سربازار لانے اور مردوں کو بے حیائی وآوارگی کے دلدل میں دھکیلنے کے لیے ہونی والی پیش رفت ویل للعرب کا نمونہ پیش کررہی ہے، اور اِدھر عصری تعلیم یافتہ مسلم لڑکے لڑکیوں کا عمومی طور پر یہ ذہن بنتا جارہا ہے کہ وہ اسلام کے دائرہ اور شرعی حدود سے آزاد ہوکر زندگی گزارنے کے خواہش مند بنتے جارہے ہیں، حالیہ کیرلا کی عادلہ ناظرین اور فاطمہ نورہ نامی دو مسلم بچیاں اپنے ماں باپ کے مقابلے کئی دن تک کیس لڑتی رہیں کہ وہ باہم شادی کرنا چاہتی ہیں، ایک لمبی گفت وشنید کے بعد بالآخر کیرلا ہائی کورٹ نے ان بچیوں کے حق میں فیصلہ سناتے ہوئے ان دونوں کو نکاح کی اجازت دے دی جو کھلے طور پر ان کے مذہبی تعلیمات کے خلاف فیصلہ تھا، ملک بھر کے نیوز چینلز میں اس شادی اور جوڑے کی خوب تشہیر وتعریف ہوئی اور اس کو کچھ اس طرح پیش کیا گیا کہ اس جوڑے نے اسلام کے فرسودہ قانون کو غلط ثابت کرکے یہ کامیابی حاصل کی ہے۔

غرض اسلامی اسرار وحکم سے ناواقف عصری علوم کا حامل طبقہ نکاح وحجاب جیسے معاشرتی احکام سے لے کر نماز روزہ جیسی خالص عبادات کے متعلق وارد شدہ اسلامی تعلیمات کو خواہ مخواہ کی پابندیاں سمجھ رہا ہے، باقی مسلم ممالک بھی مکمل طور پر تہذیبی وثقافتی اعتبار سے یورپیت کی عکاسی کررہے ہیں، خواہ ظاہری وضع اور نام ونسب کے حد تک مسلمان ہوں، جن علماء نے ان ملکوں کے دورے کیے ہیں ان سے راست طور پر جو تبصرے موصول ہوئے ہیں ان کو سن کر تو ایسا لگتا ہے کہ اسی کے بابت آپ علیہ السلام نے فرمایا تھا" سيأتي زمان على أمتي لا يبقى من الإسلام إلا اسمه" کہ میری امت پر ایک دور ایسا بھی آئے گا کہ سوائے اسلام کے نام کے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔

مختصر یہ کہ اس وقت امت مسلمہ کا بڑا طبقہ فکری ونظریاتی اعتبار سے اسلام بے زار اور مغربی تہذیب کا دلدادہ بن چکا ہے، اسلامیت پر باقی رہنے کو رجعت پسندی اور مغربیت پر چلنے کو ترقی سمجھ رہا ہے، خواہ وہ قولاً اس کا اقرار نہ کرتا ہو مگر حقیقت یہی ہے، یہ سب کچھ ایک منصوبہ بند سازش کے تحت ہوا ہے، اہل باطل نے بخوبی اس امر کو پرکھ لیا ہے کہ ظاہری جنگوں اور مادی حملوں کا اثر تھوڑی مدت تک ہی کارگر ہوسکتا ہے، اگر دنیا کو اسلام سے متنفر کرنا ہے بلکہ خود مسلمانوں کی مسلمانی کو ختم کر کے ان میں یورپیت ومغربیت کا زہر گھولنا ہے تو اس کے لئے سب سے بہتر اور دیرپا اثر دار Idealogical war (فکری یلغار) ہے، اور یہ سب ایک طرح سے اسلاموفوبیا کا ہی حصہ ہے، گو اسلاموفوبیا کا مقصد لوگوں کے دلوں میں اسلام کی نفرت ودہشت کو بٹھانا تھا لیکن وہ اس کاوش میں اس حد تک کامیاب ہوتے جارہے ہیں کہ خود مسلمان بھی ان کا ہم خیال بنتا جارہا ہے اور خود اپنے مذہب سے غیر محسوس طریقے سے متنفر ہوتا جارہا ہے۔

غرض ان سب کی وجہ علم دین کی کمی اور اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت ہے، ایسے ناگفتہ بہ حالات میں امت کے سامنے مکمل طور پر صحیح اسلامی تعلیمات کو پیش کرنا اور ان کے عقائد ونظریات کو درست کر کے ان کی فکر کو اسلامی بنانا اور اس عالمی انارکی کے سد باب کے لیے تدابیر کو نکالنا اس وقت کی اول ترین ترجیح ہے جو ہر باشعور مسلمان کے ذمہ فرض ہے۔ اللہ ہم سب کو توفیق مرحمت فرمائے آمین یارب العالمین۔

نقوشِ رفتگاں

ہمارے مخدوم ہمارے مربی

سعید الملت حضرت مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ

از: مولانا محمد اویس رشادی عفی عنہ*

تمہید

عاجز راقم الحروف بتاریخ ۲۹ محرم الحرام مطابق ۲۸ آگست بروز اتوار شب دوشنبہ عشاء کی نماز پڑھ کر حسب معمول اپنے معمولات پورا کر کے مسجد کی سیڑھیوں پر موبائل دیکھا تو دس مرتبہ گھر سے فون کی گھنٹیاں بجی ہوئی پایا، دل میں بے چینی کے ساتھ اللہ خیر فرما کہتے ہوئے گھنٹی لگائی اول آواز بچی کی تھی دکھ کے ساتھ کہہ رہی تھی کہ ابو جلدی آئیں مجھے کچھ بھی سمجھ میں نہیں آیا، لمحہ کے لئے اس سانحہ کی طرف دل متوجہ نہیں ہوا فوراً اہلیہ نے بچی سے فون لے کر دکھ بھرے لہجے میں کہا ابا کی طبیعت بہت ناساز ہوگئی ہے، امی نے ہمیں جلدی ابھی اسی وقت نکل کر آنے کو کہا ہے، میں دوڑتا ہوا گھر پہنچا، پہنچنے کے بعد دکھی خبر ملی دونوں رو رہے تھے اہلیہ محترمہ اپنے امی سے باتیں بھی کر رہی تھی تسلی بھی دے رہی تھی رو بھی رہی تھی اور مجھے اشارہ سے کہنے لگی ابا اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

یہ سانحہ میرے لئے دوہرے دکھ کا سبب ہے ڈیڑھ سال قبل راقم الحروف کی والدہ اس دنیا سے کوچ فرما گئی، ماضی قریب میں دو ماہ پانچ یوم قبل راقم السطور کے والد اس دنیا سے پردہ فرما گئے اور اب ایک اور باپ یعنی خسر صاحب کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا، اللہ ان سب کی بال بال مغفرت فرمائے آمین۔

اللہ خوش دامن صاحبہ کی عمر مبارک میں صحت سلامتی اور عافیت کے ساتھ خوب برکت عطا فرمائے اس عظیم سایہ کو ہم پر طویل زمانہ تک دراز رکھے۔ آمین۔

میری بساط کے مطابق ہم سب کے مخدوم و مربی کے ستودہ نقوش اور اپنے تاثرات وجذبات پر مشتمل یہ ایک مختصر مضمون ہے، اللہ اس کاوش کو قبول فرمائے آمین۔

---

* استاذ دار العلوم شاہ ولی اللہ بنگلور

ہمارے مخدوم کی روحانی نسبتیں

اللہ والوں کا شہر

جنوبی ہند کا ایک زرخیز قصبہ پرنامبٹ جس کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہ شہر اللہ والوں کے شہر سے جانا پہچانا جاتا ہے جس کی گود میں بہت سے اہل اللہ صاحب نسبت نے پرورش پائی جس کی فضاؤں اور ہواؤں کو بہت سے خدا ترس بزرگوں سے بغل گیر ہونے کا شرف ملا ہے، وفات پانے والے بزرگوں میں حضرت قاضی بشیر الدین المعروف بہ بڑے حضرت، مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے تربیت یافتہ حضرت فقیہ ملت مولانا مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ ، ملک الشفاء حضرت حکیم مسعود احمد صاحب، حضرت مدنی اور مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحبؒ کے شاگرد فاضل دیوبند حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب قاسمی قدس سرہٗ ، حضرت مولانا حکیم امین احمد صاحب خلیفہ حضرت محی السنہؒ، حضرت مولانا شاہ فضل الرحیم صاحب قدس سرہٗ، مسیح الامت حضرت مولانا شاہ مسیح اللہ خان صاحب کے خلیفہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین صاحب قدس سرہٗ ، میرے حضرت میرے مربی حضرت مولانا محمد ایوب صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا ذاکر رحیمی صاحبؒ اور آخر الذکر ہم سب کے مخدوم ومربی جانشین فقیہ ملت حضرت محی السنہ کے خلیفہ سعید الملت حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب برد اللہ مضجعہ ہیں۔

برسوں پہلے ایک خالص علمی خاندان آرکاٹ نواب کی دعوت پر مسندِ قضا سنبھالنے بجاپور سے پرنامبٹ منتقل ہوگیا تھا جو قاضی خاندان سے مشہور ہے ہمارے مخدوم اسی علمی خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں ماضی بعید میں ان کے آباء واجداد کے کارنامے مسلم تھے ہر ایک کو اپنی جگہ مرکزیت حاصل تھی انہیں اکابر کے فیوض و برکات کے حامل ہوکر آپ اس علمی خانوادہ کے سلسلہ کی بے مثال جوہر اور انمول موتی قرار پائے گویا آباء واجداد کی روحانی نسبتوں کا ایک بڑا حصہ آپ کے نصیبہ میں قدرت نے مقدر فرمادیا۔ذلك فضل اللہ یوتیہ من یشاء .جنوبی ہندوستان کے ایک بڑے طبقے (علماء، عمائدین، تجار، ملازمین، مزدور) نے آپ کو اپنا بڑا تسلیم کرلیا کوئی شیخ کی نظر سے تو کوئی مشیر ومحسن کی نظر سے، کوئی صاحب برکت کی نظر سے تو کوئی رہبر امت کی نظر سے آپ کو دیکھتا اور زیارت کے ذریعہ اپنی نظروں کو ٹھنڈا کرتا تھا۔

سلسلہ اشرفیہ کی کڑی کا ایک ہیرا

جس گھرانے میں آپ نے پرورش پائی اور جس خانوادہ کے آپ سپوت تھے وہاں اکابر دیوبند کا نہ ختم

ہونے والا تذکرہ ہمیشہ کانوں سے ٹکراتا تھا خود اپنے والد ماجد کو حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ اورحضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب علیہ الرحمہ سے منسلک پایا، والد ماجد کے وصال کے بعد سب کچھ حاصل ہو جانے کے باوجود آپ کے دل میں بھی اس سلسلہ کی کڑی سے جڑ جانے کا داعیہ پیدا ہوا اس غرض کی تکمیل کے لئے آپ نے اس وقت کے یکتا موتی حضرت تھانویؒ کے خلیفہ اجل محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب حقی قدس سرہٗ سے اپنے آپ کو وابستہ کرلیا وحدت مطلب میں کمال پیدا کر کے آخری زندگی تک انھیں کے ہوکر رہے جب بھی حضرت کا تذکرہ آتا یا آپ اپنے مواعظ میں اپنے شیخ کا تذکرہ فرماتے نام لینے کے بجائے فرماتے ہمارے حضرت نے فرمایا، ہمارے حضرت نے فرمایا اور حضرت محی السنہؒ بھی اپنے اس خدا ترس عقیدت مند سے والہانہ محبت فرماتے تھے، حضرت محی السنہؒ نے اپنی باطنی نسبت کا ایک وافر حصہ آپ میں منتقل فرما کر اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا، ہمارے مخدوم کی بے شمار خوبیوں پر گویا حضرت محی السنہؒ نے مہر نسبت ثبت فرمادیا جس سے ایک گونہ آپ کی جاذبیت میں اضافہ ہوگیا، تسہیل قصد السبیل میں پیر کامل کی جو پہچان بتائی گئی ہے ساری علامتیں آپ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں وہ پہچان یہ ہیں

(۱) ضرورت کے موافق دین کا علم اس کو ہو، (۲) عقیدے اور عمل اور عادتیں اس کے شرع کے موافق ہوں۔ (۳) دنیا کی حرص نہ رکھتا ہو، کامل ہونے کا دعوی نہ کرتا ہو کہ یہ بھی دنیا کی شاخ ہے

(۴) کسی کامل پیر کے پاس کچھ دن رہا ہو۔

(۵) اس کے زمانے میں جو عالم اور درویش منصف مزاج ہوں وہ اس کو اچھا جانتے ہوں۔

(۶) عام لوگوں کی نسبت خاص لوگ یعنی جو سمجھدار اور دیندار ہوں وہ اس کے معتقد ہوں۔

(۷) اس کے مریدوں میں اکثر مرید شرع کے پابند ہوں اور ان کو دنیا کی طمع نہ ہو۔

(۸) وہ اپنے مریدوں کی تعلیم جی سے کرتا ہو اور چاہتا ہو کہ یہ درست ہو جائیں اور اگر مریدوں کی کوئی بری بات دیکھتا ہو یا سنتا ہو تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہ ہو کہ ہر ایک کو اس کی مرضی پر چھوڑ دے۔

(۹) اس کے پاس چند دن بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور اللہ کی محبت میں زیادتی معلوم ہوتی ہو۔

(۱۰) خود بھی وہ ذکر وشغل کرتا ہو (خلاصہ تسہیل قصد السبیل ص ۲۲)۔

حقیقی خدام، منصف مزاج متوسلین اور فطرت سلیم کے حامل متعلقین جانتے ہیں کہ حضرت اقدس ان خوبیوں کے جامع تھے، منصب مشیخت کے آپ بلاشبہ حقدار تھے جو ملا آپ کو دربار ایزدی سے ملا، سلسلہ اشرفیہ کی نسبتیں ملیں محی السنہؒ کی برکتیں ملیں، اللہ آپ کے فیوض کو سدا بہار رکھے۔ آمین

بڑوں کا اعتماد

جس طرح ہمارے مخدوم اپنے چھوٹوں میں مقبول تھے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ آپ کو اپنے بڑوں کا اعتماد حاصل رہا، عمر کا تیسواں سال چل رہا تھا والد بزرگوار کا وصال ہوگیا، عمائدین شہر کی نظر آپ پر ٹکی اور آپ کو والد بزرگوار کی جگہ لاکر بٹھا دیا گیا، مدرسہ عربیہ وصیت العلوم کی سرپرستی وصدارت سونپ دی گئی، والدِ ماجد فقیہ ملت مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ کی جگہ منصب افتاء کے لئے آپ ہی سب سے زیادہ موزوں قرار پائے اور مسند ارشاد پر قدرت نے آپ کو متعین فرمادیا، ان خدمات پر مامور ومتعین ہوتے وقت تین بزرگ چچا (نثار حضرت شاہ فضل الرحیم حضرت اور عزیز حضرت) باحیات تھے، ان خداترس بزرگ چچاؤں کی شفقت بھی آپ کو ملی اور لمبا زمانہ مدرسہ کے انتظام وانصرام میں چچازاد بھائی اور چھوٹے بہنوئی حضرت مولانا ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہٗ کی رفاقت بھی حاصل رہی، بلاشبہ دونوں بھائیوں کا خلوص وللّٰہیت بلکہ کرامت اور بڑوں کی تربیت وتوجہ کا اثر ہی تھا کہ دونوں قریب قریب ایک عمر ہونے کے باوجود جس ملنساری سے کام کو آگے بڑھاتے گئے ایک دوسرے کے مزاج ومذاق کا لحاظ کرتے ہوئے اکابر کے لگائے ہوئے پودے کی حفاظت میں لگے رہے، یہ اسی وقت ممکن ہے کہ ہر ایک نے دوسرے کی خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا اور اپنا محسن اور کام میں اپنا معاون جانا۔

ایسے عظیم المرتبت مناصب کی کسی کسی کو پیرانہ سالی میں عمر کے آخری حصے میں ملا کرتے ہیں مگر ہمارے مخدوم کے حق میں عین شباب کے زمانے میں حق تعالیٰ نے مقدر فرمادی، قدرت کی طرف سے بھرپور تائید ونصرت بھی حاصل تھی۔ نصف عمر سے زیادہ ان خدمات کو بحسن وخوبی نبھانا یہ سب بڑوں کی طرف سے اعتماد کے بغیر نہیں ہوسکتا اس سے بڑھ کر یہ عنداللہ مقبولیت کی دلیل بھی ہے۔

اولئک آبائی فجئنی بمثلھم
اذا جمعتنا یاجریر المجامع

کم عمری میں ولایت

جیسا کہ سطور بالا سے بخوبی اندازہ ہوگیا کہ ہمارے مخدوم دورِ جوانی سے دین کی ہمہ جہت خدمات میں لگ گئے تھے مسند ارشاد کی رونق بن چکے تھے صاحب نسبت ہوگئے تھے یہ سب اللہ ہی کے فضل کا حصہ تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مجھے اس وقت میرے مشفق مربی حضرت مولانا محمد ولی اللہ صاحب رشادی قدس سرہٗ (سابق مہتم معدن العلوم وانمباڑی) کی بات یاد آرہی ہے، میری شادی کی شروعات میں ہمارے مخدوم کا سفر بنگلور طے ہوا، راستہ میں وانمباڑی ہوتے ہوئے مجھے بھی ساتھ لینا تھا جب ولی اللہ حضرت کو اطلاع ہوئی کہ سعید حضرت معدن العلوم تک پہنچ کر مجھے ساتھ لے کر بنگلور جانے والے ہیں تو حضرت نے مجھ سے کہا مولانا! سعید حضرت سے مدرسہ آنے کی درخواست کرو کیوں کہ محمود حضرت معدن سے فارغ ہیں اس لئے آپ کا آنا حق بنتا ہے، بہرحال میں نے درخواست رکھ دی حضرت نے قبول فرمالیا ہم سب آپ کی آمد کے منتظر تھے، اس وقت ولی اللہ حضرت نے مجھ سے کہا کہ مولانا! سعید حضرت مجھ سے عمر میں بہت چھوٹے ہیں چھوٹی عمر میں بزرگ بن گئے ہیں۔

مناصب جلیلہ

منصب امامت اور استقامت

سطور بالا سے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے مخدوم کے والد ماجد فقیہ ملت کے انتقال کے وقت آپ کی عمر صرف تیس سال تھی، انتقال کے اگلے دن ہی ذمہ داروں نے آپ کو امامت کے مصلی پر کھڑا کر دیا (ہمارے مخدوم کو جو مقام ومرتبہ بھی ملا من جانب اللہ ملا، نہ کبھی کوئی عہدہ ومنصب کے طالب ہوئے اور نہ اپنے آپ کو اس کا اہل جانا) ۱۹۸۰ء سے ۲۰۱۷ء تک پینتیس ۳۵ سال سے زیادہ عرصہ اس ذمہ داری کو پوری پابندی واستقامت کے ساتھ بحسن وخوبی نبھایا، آواز میں کشش، دل کو موہ لینے والا لہجہ سنت کے مطابق قرأت، تلاوت میں ترتیل، اس سے بڑھ کر کونسی کرامت ہوسکتی ہے، بجا طور پر کہا گیا الاستقامۃ فوق الف کرامۃ۔

آپ کا فتویٰ حرف آخر

والد ماجد فقیہ ملت مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہٗ اور چچا جان حضرت مولانا مفتی نثار احمد صاحب قاسمیؒ وغیرہ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل رہا انہیں کی تربیت میں آپ نے فتویٰ نویسی کی خوب مشق کی اور آپ کو اس فن میں حد درجہ مہارت ہوئی اور دور دراز سے سوالات موصول ہوتے ان کا آپ بڑے ہی سہل عام فہم انداز میں جواب مرحمت فرماتے کہ سائل مطمئن ہوجاتا اور شرعی حل سے بہرہ ور ہوجاتا، آپ سے فتویٰ لینے کے بعد مزید اطمینان کے لئے کسی اور جگہ رجوع ہونے کی ضرورت نہیں پڑتی گویا اس کے نزدیک آپ ہی کا فتویٰ حرف آخر ہوتا، آپ کا فتویٰ شریعت کے مزاج سے بالکل ہم آہنگ ہوتا، جہاں شریعت کی طرف سے وسعت وگنجائش کی راہ نظر آتی مستفتی کو اس راہ کی طرف رہبری مادیتے تھے۔

حقوق کی پاسداری

والدین کی خدمت میں

تیس برس تک والد ماجد کا سایہ انھیں نصیب ہوا ساٹھ برس سے زیادہ عمر تک والدہ ماجدہ کی شفقتیں انھیں ملیں ، والد صاحب کے سامنے اور ان کی اور ان کے بھائی حضرت مولانا اسعد احمد صاحب دامت برکاتہم کی حاضری ایسی ہوتی تھی جیسے ایک غلام آقا کی خدمت حاضر ہوتا ہے اسی طرح والدہ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے سر جھکائے ہوئے بغور ان کی باتیں سماعت فرماتے حکم کی تعمیل فرماتے تھے، ان کے حسن سلوک سے آیت کی تشریح تفسیر سمجھ میں آتی تھی ۔وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ (الاسراء) ترجمہ:’’اور تمہارے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو‘‘۔اللہ ہر والدین کو ایسی اولاد نصیب فرمائے آمین۔

بھائی بہنوں کے حقوق

ہمارے مخدوم کے ایک بزرگ برادر اور تین بہنیں ہیں ، ایک چھوٹی بہن جو حضرت مولانا ذاکر رحیمی صاحب قدس سرہٗ کی اہلیہ محترمہ تھی جن کا وصال ہو چکا ہے اللہ غریق رحمت فرمائے آمین۔ساری زندگی ہمارے مخدوم نے ان سب کے حقوق کا خیال رکھا، اپنے چھوٹے بھائی (حضرت مولانا اسعد احمد صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت محی السنہ قدس سرہٗ) کے ساتھ آپ کا شفقت کا معاملہ تھا آپ بھی اپنے برادر معظم کے پاس خادمانہ حیثیت سے حاضر ہوتے یہ اخلاص وللّٰہیت کی صریح نشانیاں ہیں۔

اولاد کی تربیت

اللہ نے حضرت اقدس کو پانچ اولاد (دو بیٹے حافظ مولوی مفتی رشید احمد صاحب زید مجدہ اور حافظ مولوی مفتی ابرار احمد زید فضلہ اور تین بیٹیاں) عطا فرمائی، آپ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو حافظ عالم مفتی بنایا، بجا طور پر دونوں حضرت کے جانشین بننے کے لائق ہیں حضرت ہی کی تربیت کا اثر ہے کہ پانچوں اولاد ایک مزاج اور ایک ذوق کے حامل ہیں اور اپنے ماں باپ کے قدردان اور شکر گزار اور ہر وقت ان کی راحت وآرام کا خیال رکھنے والے ہیں ، یہ سب خوبیاں ماں باپ کی توجہ وتربیت کے بغیر پیدا نہیں ہو جاتی۔ایک اور دولت بھی آپ

کے نصیبہ میں آئی چنانچہ عن أبي ہریرۃ رضی اللہ عنہ: أن النبي ﷺ قال: إذا مات الإنسان انقطع عنه عمله إلا من ثلاثة: إلا من صدقة جارية، أو علم ينتفع به، أو ولد صالح يدعو له (رواہ مسلم)

اس حدیث پاک میں جن تین اعمال کا ثواب وفات کے بعد بھی ملنے کی بشارت دی جارہی ہے وہ تینوں دولت (علم نافع، صدقہ جاریہ، نیک اولاد) آپ کے اعمال نامہ میں جمع ہیں۔

(۱) علم نافع کا وافر مقدار فتاوی وارشادات کی شکل میں آپ نے چھوڑا ہے۔

(۲) جتنے منتسبین اور متوسلین آپ سے منسلک ہوئے ان کی اصلاح ہوئی تازیست وہ عمل کرتے رہیں گے وہ آپ کے لئے صدقہ جاری رہے گا۔

(۳) نیک طینت سلیم الفطرت، حیات میں بھی اور وفات کے بعد بھی دعا گو رہنے والی اولاد آپ کو ملی ہے

ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء

بیٹیوں سے والہانہ محبت

عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ: من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين وأشار بأصبعيه (سنن الترمذی: ۱۹۱۴) ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے دولڑکیوں کی پرورش کی میں اور وہ دونوں جنت میں اس طرح داخل ہوں گے یہ فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دونوں انگلیوں یعنی انگشت شہادت اور اس سے متصل انگلی کو ملا کر اشارہ فرمایا۔ اور نیز عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: ما من رجل تدرك له ابنتان فيحسن إليهما، ما صحبتاه أو صحبهما إلا أدخلتاه الجنة (سنن ابن ماجہ: 3670) ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس دولڑکیاں ہوں اور وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے جب تک کہ وہ دونوں اس کے ساتھ رہیں، یا وہ ان دونوں کے ساتھ رہے تو وہ دونوں لڑکیاں اسے جنت میں پہنچائیں گی۔

ان گراں قدر ہدایات نبوی کے پیش نظر حضرت اقدس نے اپنی بیٹیوں کا خوب خیال رکھا، بیاہ دینے کے بعد بھی طلب کر کے ان کو بلاتے، اصرار کے ساتھ ان کو اپنے پاس روکتے بھی، اُنھیں لینے سفر کی مشقت برداشت کر کے پرنامبٹ سے بنگلور پہنچتے تو بھی خود واپس پہنچانے سفر فرماتے، اولاد کی تربیت میں مساوات کے ساتھ قلبی میلان اور جھکاؤ بچیوں کی طرف زیادہ رہا یہ شفقت صرف بچیوں تک ہی نہیں اس سے بڑھ کر اپنے بچوں کی اولاد سے بھی ساری زندگی والہانہ محبت اور خاص توجہ کا معاملہ فرمایا۔

ستودہ صفات

اپنے متوسلین کی خبر گیری

حضرت سے جو مل لیتا آپ کا ہوئے بغیر نہیں رہتا، بہ شوق و رغبت مجلس میں حاضر ہوتا، اگلی مجلس اور زیارت کے انتظار میں اس کا دن اور ہفتہ کرتا، آپ بھی اس مرید کی برابر خبر رکھتے مسلسل غیر حاضر ہونے پر اس کے بارے میں دریافت فرماتے اور چند بار کی غیر حاضری کے بعد حاضر ہوتا تو اس کی خیریت پوچھتے مجلس کیا ہوتی ہو بہو مجلس نبوی کا نمونہ ہوتا، کوئی کتنی بھی پریشانی لے کر آتا اور اپنا دکھ درد سناتا سب سننے کے بعد ایک جملہ فرماتے اچھا میں دعا کرتا ہوں بس اتنی سی بات پر اس کا دل ٹھنڈا ہونے لگتا اور غم کا مارا خوشی خوشی واپس لوٹنے لگتا اور اس کی ساری پریشانیاں کافور ہو جاتی۔ بار بار کی ملاقات میں بھی اس سے استفسار فرماتے رہتے کہ کیا حال ہے ہر وقت اپنوں کے غم میں غمزدہ رہتے اور دست بدعا بھی رہتے۔ یہ بھی دیکھنے کو ملا ہے اور یہ محض ہمارے مخدوم کی توجہ اور خلوص کی برکت ہے کہ جو بھی اخلاص واحسان کے ساتھ حضرت سے منسلک ہوا آخر تک منسلک رہا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ باقی مخلص منتسبین وحقیقی متعلقین کے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ فرمائے آمین۔

جاہ سے دور

ہمارے مخدوم کو جو ملا وہ واہب العطیات کی طرف سے ملا، اپنی ہستی کو مٹانے کے نتیجہ میں ملا، آپ نے نہ کسی عہدہ کو طلب فرمایا اور نہ ہی کسی منصب کے متمنی رہے، جلسوں سے گریز فرماتے، ناموری سے اپنے دامن کو بچاتے، شریعت کے ایک محدود دائرہ کے ارد گرد اپنے کو پابند رکھا زمانہ کے فتنوں سے خود بچتے اور اپنوں کو بچنے کی تاکید فرماتے، دل پر سے حب جاہ کا گذر تک نہیں ہوا بے نفسی کسر نفسی کے آپ بے مثال نمونہ تھے، گویا آپ من تواضع للہ رفعہ اللہ کی تشریح تھے۔

صبر کا پیکر

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ﴿۴۴﴾ (سورۃ ص) ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ ہم نے انہیں بڑا صبر کرنے والا پایا، وہ بہترین بندے تھے، واقعۃً وہ اللہ سے خوب لو لگائے ہوئے تھے۔

علامہ طبریؒ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ إنا وجدنا أيوب صابرا على البلاء, لا يحمله البلاء على الخروج عن طاعة الله والدخول في معصيته (طبری) ترجمہ: ہم نے ایوب (علیہ السلام) کو

بلاؤں پر صبر کرنے والا پایا، بلاؤں نے نہ انھیں طاعت سے نکلنے پر مجبور کیا اور نہ ہی گناہ کرنے پر مجبور کیا۔
حضرت ایوب علیہ السلام کی شان میں اللہ نے جو ارشاد فرمایا ہمارے مخدوم اس کے مصداق بھی تھے، اگر چہ سارے اعضاء آخری عمر تک صحیح سالم رہے فللہ الحمد کسی مہلک جان لیوا بیماری کا آپ پر کبھی حملہ نہیں ہوا، عام بیماریاں جو ہر کسی کے ساتھ لگے رہتی ہیں اس کی تشخیص ہوتی تھی مگر آپ کا بدن کسی وجہ سے کمزور رہتا تھا، وفات سے ڈیڑھ سال قبل سے پیر کمزور ہوتے چلے گئے خود سے چلا نہیں جاتا تھا اندر سے بے چین رہتے، اخیر عمر میں نقاہت کی وجہ سے بہت زیادہ مشقت برداشت فرماتے تھے، مزید برآں حضرت اقدس اپنوں کے ستائے ہوئے اور کچھ غیروں سے ڈسے ہوئے تھے جس کی وجہ سے آپ کو بہت کوفت ہوتی تھی مگر اس پیکر صبر نے نہ زبان پر شکوہ لایا اور لب ولہجہ سے اس کا کبھی اظہار کیا۔

تسلیم ورضا کا مجسم

بلکہ اللہ کے ہر فیصلہ پر راضی بہ رضا رہ کر اپنے رب کے دربار میں پہنچ گئے، اس کو تسلیم ورضا کہتے ہیں، بلاشبہ ہمارے مخدوم تسلیم ورضا کے مجسم تھے اپنے متوسلین کی اسی انداز سے تربیت فرمائی، والد ماجد کی وفات کے بعد جب مسند نشین ہوئے کم تنخواہ پر گزارہ ہوتا تھا اس وقت بھی اللہ ہی کے رہے شریعت وسنت کو ملحوظ خاطر رکھا، ایک زمانہ کے بعد فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا اس حال کو بھی واہب العطیات کی طرف سے جان کر ان نعمتوں کی قدر کرنے لگے، مرض کی حالت میں صبر تھا تو صحت کے زمانے میں شکر اللہ نے جس حال میں رکھا اس حال پر راضی بہ رضا رہ کر دنیا سے کوچ فرمایا گویا بزبان حال یوں فرما گئے۔

فراق ووصول چہ باشد رضاء دوست طلب　　　کہ حیف باشد از وغیر او تمنائی

ترجمہ: جس کو تم فراق سمجھتے ہو جس کو وصال سمجھتے ہو دونوں برابر ہیں اصل چیز اس کی رضامندی ہے اللہ سے اللہ کے سوا کوئی اور چیز چاہنا افسوس کے قابل بات ہے۔

ہمارے مخدوم کو ہمیشہ اپنے رب کی خوشنودی پیش نظر رہی، اللہ ہم سب کو یہ مقام عطا کرے آمین۔

سنت سے عشق

وصول الی اللہ میں اتباع سنت بہت موثر ہے، حضرت مخدوم کی پوری زندگی اتباع سنت میں کٹی سر پر عمامہ کا التزام، ہاتھ میں عصا، ہر حال میں نظریں نیچے کی طرف جھکی ہوئیں، مسکراتا چہرہ، کم گویائی اور وقار ومسکنت آپ کی طبیعت کا حصہ تھا دن بھر کی مصروفیات، نمازوں کی امامت، اس ذمہ داری کو نبھانے کے لئے بہت پہلے سے تیاری، واردین وصادرین کے احوال سننا اُنہیں نصیحت کرنا، خطوط کے جوابات لکھنا، فتویٰ لکھ کر ڈاک سے

روانہ کرنا، مدرسہ کا حساب وکتاب رکھنا اور ماہ کے ختم پر اساتذہ کے لئے تنخواہ کا انتظام کرنا، یہ ساری مصروفیات کے ساتھ آپ گھر والوں کے کام میں ان کا ساتھ دیتے ، یہ ایسی سنت ہے جس پر شاید ہی کوئی عمل کرتا ہوگا ، ہمارے مخدوم نے اس سنت کو بھی اپنے شب وروز کا حصہ بنائے رکھا اور اس حدیث کے مصداق بنے رہے چنانچہ: إِنَّ رَسُولَ الله ﷺ قَالَ: مَنْ أَحْيَا سُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ شَهِيدٍ جوفساد کے دور میں میری سنت کو زندہ رکھے اس کے لئے شہید کا ثواب ہے۔

سفرعمرہ کا شوق

ہر مخلص مومن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ زندگی میں کم ازکم ایک بار حرمین کی زیارت ہوجائے ، اللہ والے بار بار حاضر ہونے کی خواہش کرتے ہیں تا کہ ایمان میں تازگی آئے اور روح کوسرور اور قلب کونشاط ملے اسی غرض سے ہمارے مخدوم سال میں ایک مرتبہ التزاماً حرمین کی حاضری دیتے ،اس سفر میں بھی اپنے گھر کا لحاظ رکھتے تا کہ وہ بھی اس دولت سے مشرف ہوں اوران کی دل جوئی ہو۔

روزمرہ غذاؤں کا حصہ زم زم

عن جابر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ ﷺ ماء زمزم لما شرب له، عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ: خير ماء على وجه الأرض ماء زمزم ،فيه طعام الطعم، وشفاء السقم (أخرجه أحمد وابن ماجه والبيهقى)

زم زم سے محبت ایمان کی نشانی ہےاور ہر ایک زم زم سے برکت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہےلیکن ہمارے مخدوم کوزم زم سے تعلق اور محبت عشق کے درجہ میں تھا، مال ومتاع سے زیادہ عزیز آپ کے نزدیک زم زم تھا،جس طرح لوگ غذاءاور دوا کا استعمال بغیر چوک وبھول کرتے ہیں بعینہ آپ زم زم کا استعمال فرماتے تھے۔

مبشرات

ایک قابل رشک خواب

اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت اور خوشخبری ہوتی ہے کہ وہ بندہ خوش ہو اور اس کا وہ خواب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے حسن سلوک اور امید آوری کا باعث اور شکرِ خداوندی میں اضافہ کا موجب بنے۔

عن ابی رزین العقیلی قال: قال رسول اللہ ﷺ "رویا المؤمن جزء من اربعين جزءامن النبوة، وهى على رجل طائر مالم يتحدث فاذاتحدث بها سقطت" قال: واحسبه قال:" ولا

یحدث بھا الا لبیبا او حبیبا (سنن الترمذی:۲۲۷۸)

اس لئے اچھے خواب کونظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا بالخصوص وہ خواب کسی اللہ والے سے متعلق ہو، ایسا ہی ایک خواب ہمارے مخدوم کے تعلق سے دیکھا گیا اللہ کرے ویسا ہی جیسا دیکھا گیا ہے، اس خواب کو دیکھنے والی راقم السطور کی دختر حضرت اقدس کی نواسی عزیزہ نضار فاطمہ سلمہا ہیں جو اپنی عمر کی بارہویں سال میں پہونچ چکی ہیں، تدفین کے اگلے روز بعد نمازِ فجر سب گھر والے جمع ہوئے مخدوم کا تذکرہ چھڑ گیا، تذکرہ کے بعد بچی کو خیال آیا نانا کو ایصالِ ثواب کیا جائے پورے جذبہ اور فرطِ محبت کے ساتھ پڑھ کر بخش دیا وہ فرماتی ہیں کہ: نیند لگی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک قبر ہے جس میں کھجور و زم زم رکھا ہوا ہے نانا اس میں سے تناول فرماتے ہیں فارغ ہو کر جوتا پہنتے ہیں لباس سفید اور جوتا عمدہ اس سے بہتر جوتا نہیں ہو سکتا ایک دروازہ قبر میں کھلتا ہے اور دروازہ بھی اس قدر عمدہ اس کی خوبصورتی کو بھی بیان نہیں کیا جا سکتا مسکراتے ہوئے نانا اندر چلے جاتے ہیں"

خواب سننے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ شاید اللہ نے آپ کے صبر و استقامت اور استقلال کے بدلے اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (بلا شبہ صبر کرنے والوں کو بغیر حساب بدلہ دیا جائے گا) کے مطابق ادنی جھلک دکھا کر ہمیں تسلی دی ہے اللہ ہمارے مخدوم کے درجات کو ہماری توقع سے زیادہ اپنی شان کے مطابق بدلہ عطا کرے آمین۔

ہمارے مخدوم کے ایک مخلص اور عاشق مرید جناب ندیم احمد صاحب آموری زید فضلہ نے ایک عمدہ اطمینان بخش خواب دیکھا اس کو بھی یہاں پیش کرنا مناسب سمجھتا ہوں انہوں نے یہ خواب حضرت کے چھوٹے صاحبزادہ مفتی ابرار احمد صاحب زید مجدہ کو تحریرا لکھ کر بھیجا وہ اس طرح ہے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" آج صبح سے کچھ طبیعت کی ناسازی کے سبب میں کمپنی سے ۱۱:۳۰ بجے اجازت لے کر آ گیا، دوپہر کو نماز ظہر کے بعد قیلولہ کے لئے سو گیا، الحمد للہ الحمد اللہ ہمارے پیارے محبوب پیرو مرشد حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کی خواب میں زیارت ہوئی کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نیا لباس پہن کر ہشاش بشاش ایک دم نورانی چہرہ کے ساتھ جلوہ افروز کھڑے ہوئے ہیں میں قریب جا کر سلام کیا تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا حسب معمول ''خیریت ہے ندیم صاحب'' کر کے پوچھا اس کے بعد فرمایا کہ اب بھی یہ کیسی مایوسی آپ کے چہرے پر، دیکھو میں ایک دم سے تندرست ہو گیا ہوں ہاتھ اور پاؤں کو زور سے حرکت کرتے ہیں اور فرما رہے ہیں الحمد للہ اللہ نے مجھے نیا جسم تندرستی کے ساتھ عطا فرمایا ہے، نیا گوشت نئے ہڈیوں کے ساتھ بھی رگ و ریشے میں نیا خون، اب قیامت تک کوئی فکر نہیں اب میں آپ لوگوں کی خدمت

گھنٹوں بیٹھ کر کرسکتا ہوں، اللہ نے مجھے نئی طاقت اور توانائی دی ہے مگر اب آپ راہ سلوک کسی کی رہبری میں طے کرو چاہے تو حضرت مولانا محمد عبدالقوی صاحب دامت برکاتہم سے یا حضرت معین الدین صاحب سے یا حضرت رشید احمد سعدی صاحب سے بس اتنے میں میری آنکھ کھل گئی میں بیدار ہو گیا"

جنازہ نے فیصلہ کر دیا

اتنی ساری معروضات سنانے کا مقصد محض اپنے جذبات کا اظہار ہے، عاجز یہ نہیں کہتا کہ ہمارے مخدوم سب کے نور نظر تھے، کوئی ان کا مخالف اور دشمن نہیں تھا، بقول علامہ تفتازانیؒ بان مستحسن الطبائع باسرھا و مقبول الاسماع عن آخرھا امر لا یسعه مقدرة البشر و انما ھو شان خالق القوی والقدر (مختصر المعانی) ترجمہ: مجھے معلوم تھا ایسا کام کرنا جو تمام طبیعتوں کو پسندیدہ ہو اور تمام کانوں کا مقبول ہو ایسا امر ہے جو انسان کے بس میں نہیں یہ تو قوتوں اور قدرتوں کے خالق ہی کی شان ہے۔

دوسری بات مخالف اور دشمن کا نہ ہونا ہی ایک طرح سے اس بات کا اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں یہ مقبولیت استدراج نہ ہو لیکن بالآخر ہمارے مخدوم کے بھی مخالفین کھڑے ہوئے گستاخوں نے اپنا چہرہ دکھایا ان کی حرکتوں سے اطمینان ہو گیا کہ یہ بندہ خدا مقبول عند اللہ ہے کیوں کہ ہر زمانہ میں مقبول بندوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا گیا ہے۔ چنانچہ

قیل ان الالہ ذو ولد وقیل ان الرسول قد کھنا
مانجی اللہ والرسول من لسان الوری فکیف انا

(اللہ صاحب اولاد ہے کہا گیا، رسول کاہن ہے کہا گیا، جب اللہ اور رسول مخلوق کی زبان سے نہیں بچے تو میں کس شمار میں) بہت کچھ کہا گیا، لکھا گیا، سازشیں کی گئیں مگر یہ خدا ترس بندہ کسی کا جواب دئے بغیر ایک اللہ کو راضی کرنے میں لگ گیا، اللہ کی سنت ہے وہ اپنے دوستوں کی طرف سے خود جواب دیتا آیا ہے جواب کا انداز الگ الگ رہا ہے ایک جواب جنازہ نے دے دیا کہ یہ گوشہ نشین بندہ کس قدر مقبول ہے اس کی جدائی پر رونے والے کتنے ہیں۔

اس موقعہ پر امام احمد بن حنبلؒ کی بات یاد آرہی تھی جو آپ نے اپنے مخالفین کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا چنانچہ وَقَالَ الدَّارَ قَطْنِي سَمِعْتُ أَبَا سَهْلِ بْنَ زِيَادٍ سَمِعْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أَحْمَدَ يَقُولُ: سَمِعْتُ أَبِي يَقُولُ: قولوا لأهل البدع بيننا و بينكم الجنائز حين تمر. (البدایۃ والنہایۃ: ج۱۰ ص:۳۷۵) ترجمہ: امام دارقطنی نے امام احمدؒ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ کے فرزند عبداللہ بن احمدؒ نے کہا کہ میرے

والد گرامی فرمایا کرتے تھے اہل بدعت سے کہہ دو کہ ہمارے جنازے جب نکلیں گے تو وہی ہمارے تمہارے درمیان فیصلہ کریں گے۔

امام ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے امام احمدؒ کا یہ قول سچ کر دکھایا کیونکہ وہ اپنے دور میں اہل سنت کے امام تھے اور ان کا زبردست مخالف احمد بن ابی داود جو چیف جسٹس بھی تھا اس کو جب موت آئی تو کسی نے ادھر توجہ نہ دی اور اس کے جنازے کے ساتھ چند سرکاری عہدیداروں کے سوا کوئی نہ تھا اور مشہور صوفی حارث بن اسد الحاسبی باوجود اس کے بڑے زاہد، پارسا، اور اپنے نفس کا شدید محاسبہ کرنے والے تھے، ان کے جنازے پر بھی تین چار افراد ہی آئے اسی طرح بشر بن غیاث المریسی جب فوت ہوا تو محض چند افراد ہی اس کے جنازے پر حاضر تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ۱۰ ص ۳۷۵)

علماء اس وقت کہا کرتے تھے کہ بیننا و بین القوم الجنائز ہمارے اور دوسروں کے درمیان میں جنازے ہی تو فرق کیا کرتے ہیں۔ (فقہ اسلامی ایک تعارف ایک تجزیہ)

ہمارے مخدوم کے جنازہ میں شریک ہونے والا مجمع کیا تھا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا، اپنے پرائے سب تعزیت کے قابل تھے نمناک آنکھیں تھیں شہر کی برکت اور روحانیت اٹھتی ہوئی نظر آرہی تھی۔

ہمارے مخدوم نے اپنا ہر معاملہ اپنے رب کے حضور رکھ دیا ہم بھی انہیں کے طرز پر اپنی زندگی کا آغاز کرتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد (غافر) ترجمہ: اور میں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں یقیناً اللہ سارے بندوں کو خوب دیکھنے والا ہے۔

یہ چند معروضات اور جذبات راقم السطور نے عرض کر دیا، ہمارے مخدوم کی خوبیوں کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی یہ ایک ادنیٰ کوشش ہے، چونکہ اس عاجز کے اندر شروع ہی سے کما حقہ اکابر سے استفادہ کرنے کا سلیقہ نہیں تھا اور اب تک بھی وہ استعداد پیدا نہیں ہوئی ہے اسی وجہ سے یہ عاجز مخدوم محترم سے بھی اسی قدر یا اس سے بھی کم استفادہ کر سکا جیسا کہ ایک مثال زبان زد ہے ''قدر النعمۃ بعد الزوال'' یعنی نعمت کے زوال کے بعد ہی اس نعمت کی قدر ہوتی ہے، اللہ معاف فرمائے۔

جتنی خوبیاں سپرد قرطاس کی گئیں انہیں کی وجہ سے آج تک اس خاندان کی برکتیں محسوس کی جارہی ہیں اور آئندہ بھی اس خاندان کا فیض پھیلے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔

اللہ ہمیں ان اکابر کے نقوش کو اپنانے کی توفیق دے آمین

فقہ وفتاویٰ

آپ کے شرعی مسائل

از: مفتی محمد ندیم الدین قاسمی*

فسادات یا حادثات میں لاپتہ شخص

سوال: اگر شوہر، فسادات یا کسی حادثہ؛ سیلاب یا طوفان وغیرہ میں لاپتہ ہوجائے تو کیا بیوی دوسرا نکاح کرسکتی ہے؟

جواب: جو شوہر، فسادات کے دوران یا کسی اور حادثہ میں، یا طوفان اور سیلاب وغیرہ میں یا سمندری سفر میں لاپتہ ہوگیا، باوجود جستجو اور تلاش کے کہیں اس کا سراغ نہ نکل سکا، اور سب کو ظن غالب ہوجائے کہ اب وہ زندہ نہیں رہا تو ایسی صورت میں بھی عورت اس شوہر کے نکاح سے خود بخود نہیں نکلے گی؛ بلکہ قاضی یا مسلمانوں کی جماعت اس کے بارے تحقیقات کرے، اگر اس کی موت کا ظن غالب ہوجائے تو اس پر موت کا حکم لگادیا جائے گا، اور اس کے بعد بیوی عدتِ وفات؛ چار مہینہ دس دن گذارنے کے بعد اور اگر حاملہ ہو تو وضع حمل (ڈیلوری) کے بعد دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔ (مستفاد از: فتاوی قاسمیہ: ۱۶/ ۳۳۷)

عمر قید کی وجہ سے فسخ نکاح

سوال: اگر کسی شخص کو "عمر قید" کی سزا ہوجائے یا کسی سنگین جرم کے الزام میں گرفتار ہوکر سالوں سے جیل میں بند ہو؛ نہ تو حکومت نے کوئی سزا طے کی ہو نہ اسے رہائی مل رہی ہو، اور بیوی اپنی عزت وآبرو پر خطرہ محسوس کرنے لگے، جس کی بناء پر اس نے فسخ نکاح کا مطالبہ کیا تو کیا ایسی صورت میں اس شخص کی بیوی کا نکاح فسخ ہوجائے گا؟

جواب: جس شخص کو عمر قید کی سزا مل گئی ہو یا ایک لمبی مدت تک جیل میں بند ہے، نہ تو حکومت اس کے لئے کوئی سزا طے کرتی ہے نہ اسے رہائی مل رہی ہے اور اس کی بیوی تنہائی کی زندگی سے عاجز آگئی ہے، خاص طور پر اگر بیوی جوان العمر ہے، اور معصیت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے، تو ایسی صورت میں یہ کوشش ہونی چاہئے کہ

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

شوہر سے کسی طرح طلاق حاصل کرلے، اگر وہ طلاق دینے کے لیے تیار نہ ہو تو خلع پر آمادہ کرنے کی کوشش کی جائے، اور اگر وہ خلع پر بھی آمادہ نہ ہو تو ایسی صورت میں فسخ نکاح کے مطالبہ کا حق ہے۔ (فتاوی قاسمیہ، ۱۶/ ۳۷۰)

بیوی کو ماں کہنا

سوال: جھگڑے کے دوران اگر شوہر نے اپنے بیوی سے کہا کہ "تو میری ماں لگتی ہے" تو کیا اس سے نکاح فاسد ہو جائے گا؟

جواب: جھگڑے کے دوران اگر اس جملہ (تو میری ماں لگتی ہے) سے اس کا ارادہ، بیوی کو ڈرانا اور ڈانٹنا مقصود ہے تو اس سے نکاح پر کوئی خرابی نہیں آئے گی، لیکن ایسے الفاظ اپنی زبان سے نکالنا اچھا نہیں ہے۔

(مستفاد از: فتاوی قاسمیہ، ۱۶/ ۳۷۹)

بیماری گناہوں کا کفارہ

سوال: کیا بیماری گناہوں کا کفارہ ہے؟ اور کیا کبیرہ گناہ بھی بیماری سے معاف ہو جاتے ہیں؟

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مومن کو جو بیماری لگتی ہے وہ اس کے گزشتہ گناہوں کے لئے کفارہ بن جاتی ہے، اور مستقبل کے لئے موعظت وعبرت کا باعث ہے، بیماری کی وجہ سے صرف صغیرہ گناہ معاف ہوں گے، کبائر کے لئے توبہ کا اہتمام کرنا چاہیے، ویسے اللہ کریم وغفار ہیں اس کی شان سے کیا بعید کہ کبائر کو بھی معاف فرمادے۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱/ ۲۹۴)

غیر مسلم سے چندہ لینا

سوال: غیر مسلموں سے چندہ اور عطیہ لینا کیسا ہے؟

جواب: غیر مسلم سے چندہ وعطیہ لینا درست اور جائز ہے، بشرطیکہ اس بات کا اندیشہ نہ ہو کہ کل وہ اپنے تہوار اور عبادت گاہ کے لئے چندہ کا مطالبہ کریں گے۔ (کتاب الفتاوی، ۱/ ۳۰۷)

والدین کے پاؤں چھونا

سوال: والدین کے پاؤں چھونے کا کیا حکم ہے؟

جواب: حدیث میں ہے کہ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے والدہ کے سامنے جھکنے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بھی منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ زبان سے سلام کردینا کافی ہے۔ جب جھکنا منع ہے تو پاؤں چھونا بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگا۔ (کتاب الفتاویٰ: ۱/ ۳۳۳)

ASHRAFUL JARAID MONTHLY Rs20/-

RNI No: APURD/2007/24089 Postal. No: HSE/884/23-25

Date of Publication 3rd Feb-23, date of Posting 5th Feb-23

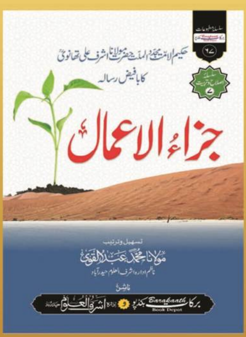

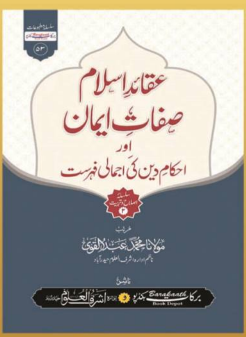

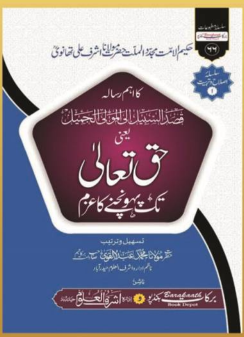

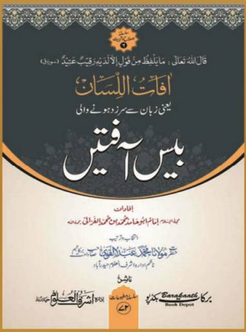

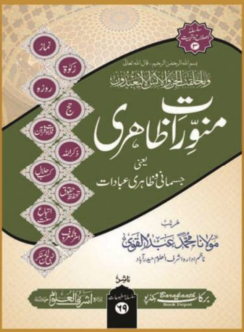

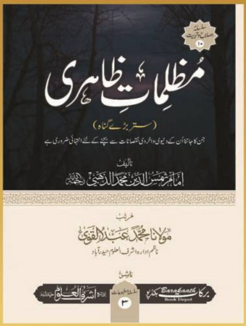

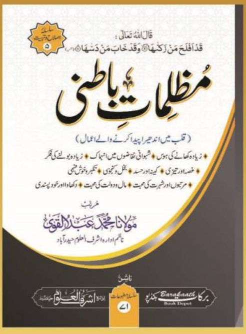

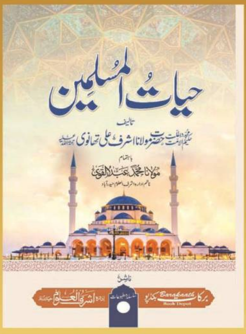

Printer, Publisher & Owner: Mohd Abdul Qavi, # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Published from: # 17-1-391/2, Khaja Bagh, Sayeedabad Colony, Hyderabad- 500059

Editor : Mohammed Abdul Qavi. Printed at: Aish Offset Printers, Cellar Masjid-e-Meraj, Sayeedabad, Hyd-59